قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران: 74)

روزنامہ

الفضل

لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

ہفتہ 24/ ستمبر 2022ء | 27/ صفر 1444 ہجری قمری | 24/ تبوک 1401 ہجری شمسی | جلد:4 | شمارہ:205

ارشاد باری تعالیٰ

مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ ؕ وَالَّذِیۡنَ مَعَہٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الۡکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیۡنَہُمۡ تَرٰىہُمۡ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبۡتَغُوۡنَ فَضۡلًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِضۡوَانًا ۫ سِیۡمَاہُمۡ فِیۡ وُجُوۡہِہِمۡ مِّنۡ اَثَرِ السُّجُوۡدِ

(الفتح:30)

ترجمہ: محمد رسول اللہ اور وہ لوگ جو اس کے ساتھ ہیں کفار کے مقابل پر بہت سخت ہیں (اور) آپس میں بے انتہا رحم کرنے والے۔ تُو انہیں رکوع کرتے ہوئے اور سجدہ کرتے ہوئے دیکھے گا۔ وہ اللہ ہی سے فضل اور رضا چاہتے ہیں۔ سجدوں کے اثر سے ان کے چہروں پر ان کی نشانی ہے۔

فرمانِ رسولؐ

ایک بار آنحضرت ﷺ نے حضرت حارثؓ سے پوچھا کہ کیا حال ہے؟ بولے یارسول اللہ! خدا پر صدق دل سے ایمان رکھتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: کیا جو تم کہہ رہے ہو وہ واقعی سچ ہے؟ کیونکہ ہر چیز کی ایک حقیقت ہوتی ہے تمہارے ایمان کی حقیقت کیا ہے؟ بولے دنیا سے میرا دل بھر گیا ہے اس لئے رات کو جاگتا ہوں، دن کو بھوکا پیاسا رہتا ہوں گویا مجھ کو خدا کا عرش علانیہ نظر آتا ہے اور اہل جنت کو باہم ملتے جلتے دیکھ رہا ہوں اور گویا اہلِ دوزخ مجھے چیختے ہوئے نظر آ رہے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا تم نے حقیقت کو پا لیا اب اس پر قائم رہو۔

(المعجم الکبیر الطبرانی زیرعنوان الحارث بن مالک الانصاری حدیث نمبر:3367)

فرمان خلیفہ وقت

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک موقع پر صحابہ رضوان اللہ علیہم کا مقام بیان فرماتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

’’صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے روشن ثبوت ہیں۔ اب کوئی شخص ان ثبوتوں کو ضائع کرتا ہے تو وہ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو ضائع کرنا چاہتا ہے۔ پس وہی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی قدر کرسکتا ہے جو صحابہ کرام کی قدر کرتا ہے‘‘۔ فرمایا کہ ’’جو صحابہ کرام کی قدر نہیں کرتا وہ ہرگز ہرگز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر نہیں کرتا۔ وہ اس دعوی میں جھوٹا ہے اگر کہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہوں۔ کیونکہ یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہو اور پھر صحابہ سے دشمنی‘‘

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 278 ایڈیشن 1984ء مطبوعہ انگلستان)

آپؑ نے فرمایا کہ ’’صحابہ کرام کی وہ پاک جماعت تھی جو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی الگ نہیں ہوئے اور وہ آپ کی راہ میں جان دینے سے بھی دریغ نہ کرتے تھے بلکہ دریغ نہیں کیا۔‘‘

فرماتے ہیں کہ ’’آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں ایسے گم ہو گئے کہ وہ اس کے لئے ہر ایک تکلیف اور مصیبت اٹھانے کو ہر وقت تیار تھے۔‘‘

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 277 ایڈیشن 1984ء مطبوعہ انگلستان)

پس یہ صحابہ رضوان اللہ علیہم کا وہ مقام ہے جو ہر احمدی کو اپنے سامنے رکھنا چاہئے۔

(خطبہ جمعہ 16مارچ 2018ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

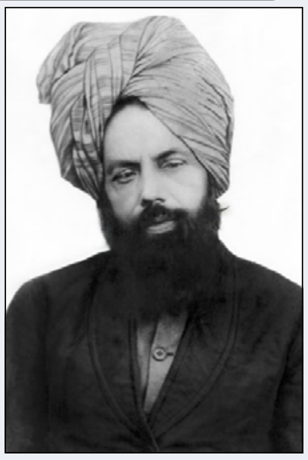

صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا

میں بار بار کہہ چکا ہوں کہ جس قدر کوئی شخص قرب حاصل کرتا ہے، اسی قدر مواخذہ کے قابل ہے۔ اہل بیت زیادہ مواخذہ کے لائق تھے۔ وہ لوگ جو دور ہیں، وہ قابل مواخذہ نہیں، لیکن تم ضرور ہو۔ اگر تم میں ان پر کوئی ایمانی زیادتی نہیں، تو تم میں اور ان میں کیا فرق ہوا۔ تم ہزاروں کے زیر نظر ہو۔ وہ لوگ گورنمنٹ کے جاسوسوں کی طرح تمہاری حرکات وسکنات کو دیکھ رہے ہیں۔ وہ سچے ہیں۔۔۔ جب کوئی شخص مجھ سے تعلق نہیں رکھتا، تو یہ امر دوسرا ہے، لیکن جب میرے پاس آئے، میرا دعوی قبول کیا اور مجھے مسیح مانا، تو گویا من وجہٍ آپ نے صحابہ کرام کے ہمدوش ہونے کا دعوی کر دیا۔ تو کیا صحابہ نے کبھی صدق ووفا پر قدم مارنے سے دریغ کیا۔ ان میں کوئی کسل تھا۔ کیا وہ دل آزار تھے؟ کیا ان کو اپنے جذبات پر قابو نہ تھا؟ کیا وہ منکسر المزاج نہ تھے، بلکہ ان میں پرلے درجہ کا انکسار تھا۔ سو دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ تم کو بھی ویسی ہی توفیق عطا کرے، کیونکہ تذلل اور انکساری کی زندگی کوئی شخص اختیار نہیں کرسکتا جب تک کہ اللہ تعالی اس کی مدد نہ کرے اپنے آپ کو ٹٹولو اور اگر بچہ کی طرح اپنے آپ کو کمزور پاؤ، تو گھبراؤ نہیں۔ اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ (الفاتحہ:6) کی دعا صحابہ کی طرح جاری رکھو۔ راتوں کو اٹھو اور دعا کرو کہ اللہ تعالی تم کو اپنی راہ دکھلائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے بھی تدریجاً تربیت پائی۔ وہ پہلے کیا تھے۔ ایک کسان کی تخم ریزی کی طرح تھے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آبپاشی کی۔ آپ نے ان کے لیے دعائیں کیں۔ بیج صحیح تھا اور زمین عمدہ تو اس آبپاشی سے پھل عمدہ نکلا جس طرح حضور علیہ السلام چلتے اسی طرح وہ چلتے۔ وہ دن کا یا رات کا انتظار نہ کرتے تھے۔ تم لوگ سچے دل سے توبہ کرو، تہجد میں اٹھو، دعا کرو، دل کو درست کرو۔ کمزوریوں کو چھوڑ دو اور خدا تعالیٰ کی رضا کے مطابق اپنے قول وفعل کو بناؤ۔ یقین رکھو کہ جو اس نصیحت کو ورد بنائے گا اور عملی طور سے دعا کرے گا اور عملی طور پر التجا خدا کے سامنے لائے گا۔ اللہ تعالی اس پر فضل کرے گا اور اس کے دل میں تبدیلی ہو گی۔ خدا تعالی سے ناامید مت ہو۔

بر کریماں کار ہا دشوار نیست

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم کو کیا کوئی ولی بننا ہے؟ افسوس انہوں نے کچھ قدر نہ کی بیشک انسان نے (خدا کا) ولی بننا ہے۔ اگر وہ صراط مستقیم پر چلے گا، تو خدا بھی اس کی طرف چلے گا اور پھر ایک جگہ پر اس کی ملاقات ہو گی۔ اس کی اس طرف حرکت خواہ آہستہ ہو گی، لیکن اس کے مقابل خدا تعالی کی حرکت بہت جلد ہو گی۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ 28 ایڈیشن 1988ء)

اس شمارہ میں

- ہر کسی سے پرے پرے رہنا (منظوم)
- نیکی کے مختلف راستے
- جماعت احمدیہ کا نظام خلافت
- اپنے جائزے لیں
- دلچسپ ومفید واقعات وحکایات بیان فرمودہ حضرت مصلح موعودؓ
- ناروے میں احمدیت، حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی مرہونِ منت
- عفو ودرگزر ایک خلق عظیم
- سو سال قبل کا الفضل

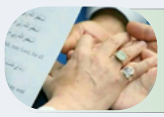

دربارِ خلافت

عہدِ بیعت ایک مطالبہ کرتا ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

آپ لوگ جو یہاں رہنے والے ہیں، جن کی اکثریت پاکستانیوں اور پرانے احمدیوں پر مشتمل ہے، آپ کو اپنی عملی حالتوں کی طرف نظر کرنی ہو گی کہ اب پہلے سے بڑھ کر لوگ آپ کی طرف دیکھیں گے۔ آپ جب تبلیغ کریں گے، اسلام کا پیغام پہنچائیں گے تو لوگ آپ کی عملی حالتوں کی طرف دیکھیں گے کہ وہ کیا ہیں؟ یہ لوگ یہ نہیں دیکھیں گے کہ آپ نے اس مسجد کے بنانے کے لئے کیا قربانیاں دیں؟ لوگ دیکھیں گے کہ آپ کی عملی حالت کیا ہے؟ آپ کا خدا تعالیٰ سے زندہ تعلق کیسا ہے؟ آپ میں شامل ہو کر اُن لوگوں میں کیا انقلاب آ سکتا ہے؟ دنیاوی لحاظ سے تو یہ لوگ آپ سے بہت آگے ہیں۔ ظاہری اخلاق بھی ان کے بہت اعلیٰ ہیں۔ کوئی نئی چیز اگر ہم ان کو دے سکتے ہیں تو خدا تعالیٰ سے تعلق جوڑنے کا طریق سکھا سکتے ہیں۔ ہم یہی ان کو بتا سکتے ہیں کہ اب زندہ مذہب صرف اسلام ہے۔ ہم یہ بتا سکتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی عبادت کا حق کس طرح ادا ہوتا ہے؟ ہم یہ بتا سکتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کس طرح دعاؤں کو سنتا ہے؟ ہم یہ بتا سکتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اپنے بندوں سے کس طرح کلام کرتا ہے؟ لیکن یہ سب کچھ کرنے کے لئے ہمیں اپنے جائزے لینے ہوں گے۔ خدا تعالیٰ سے اپنے تعلق کو مضبوط کرنا ہو گا۔ اپنی نمازوں کی حفاظت کرنی ہو گی۔ اپنی عبادتوں کے حق ادا کرنے ہوں گے۔ آپس میں محبت اور پیار سے رہنا ہو گا۔ اپنے اخلاق کے وہ اعلیٰ معیار حاصل کرنے ہوں گے جو جاپانی قوم کے اخلاق سے بہتر ہوں۔ جیسا کہ میں نے کہا ظاہری اخلاق تو ان میں بہت ہیں۔ انسانی ہمدردی بھی ان میں ہے۔ احسان کا بدلہ احسان کر کے ادا کرنے کی اسلامی تعلیم پر بھی یہ عمل کر رہے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس لئے فرمایا ہے کہ ان لوگوں میں جو توجہ پیدا ہوئی ہے، یہ کسی سعادت مندی کی وجہ سے ہے اس لئے ان کو اسلام کی اصل اور حقیقی تعلیم سے آگاہ کرنا بہت ضروری ہے۔ پس اس سعادت سے جو ان لوگوں میں ہے، بھرپور فائدہ اٹھانا چاہئے۔ جو اخلاق ان میں ہیں ان اخلاق سے بھرپور فائدہ اٹھانا چاہئے اور اس کے لئے ہمیں اسلام کا حُسن انہیں دکھانا ہو گا خدا تعالیٰ کا بندہ سے تعلق کا عملی نمونہ انہیں دکھانا ہو گا۔ اس کے لئے یہاں رہنے والے ہر احمدی کو قرآن کریم کی تعلیم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ کو ہر وقت سامنے رکھنا ہو گا۔ پس اس بات کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ اس کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو راہنمائی فرمائی ہے اس کی جگالی کرتے رہیں۔ ان میں سے بعض باتیں میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ پہلی بات تو ہمیشہ ہمیں اپنے سامنے رکھنے کی ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ عَہدوں کے بارے میں پوچھے گا۔ جو تم نے عَہد کئے ہیں اُس کے بارے میں پوچھے گا۔ اور اس زمانے میں ہم نے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عہدِ بیعت کیا ہے، اتنا کافی نہیں کہ ہم نے بیعت کر لی اور احمدی ہو گئے۔ جو پرانے احمدی ہیں وہ خلافت کے ہاتھ پر بیعت کی تجدید کر لیں اور اتنا ہی کافی سمجھیں۔ عہدِ بیعت ایک مطالبہ کرتا ہے جس کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دس شرائطِ بیعت کی صورت میں ہمارے سامنے پیش فرمایا۔ اگر اس کا خلاصہ بیان کریں تو یہ ہے کہ ہر حالت میں دین، دنیا پر مقدم رہے گا۔ ہم ہمیشہ یہ کوشش کریں گے کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ: ’’تم دیکھتے ہو کہ مَیں بیعت میں یہ اقرار لیتا ہوں کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا۔ یہ اس لیے تا کہ میں دیکھوں کہ بیعت کنندہ اس پر کیا عمل کرتا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد1صفحہ 350 ایڈیشن 2003ء)

آپ نے فرمایا کہ، اگر کوئی دنیاوی کام ہو تو اس کے لئے تم بڑی محنت کرتے ہو تب جا کر اس میں کامیابی حاصل ہوتی ہے لیکن دین کے لئے محنت کرنے کا درد نہیں ہے، وہ کوشش نہیں ہے جس سے ہر وقت خدا تعالیٰ سامنے رہے اور اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مطابق ڈھالنے اور ان پر عمل کرنے کی کوشش رہے۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد5صفحہ 329 ایڈیشن 2003ء)

آپؑ فرماتے ہیں۔ مجھے سوز و گداز رہتا ہے کہ جماعت میں ایک پاک تبدیلی پیدا ہو۔ جو نقشہ اپنی جماعت کی پاک تبدیلی کا میرے دل میں ہے وہ ابھی پیدا نہیں ہوا اور اس حالت کو دیکھ کر میری وہی حالت ہے۔ لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفۡسَکَ اَلَّا یَکُوۡنُوۡا مُؤۡمِنِیۡنَ (الشعراء:4) یعنی تو شاید اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالے گا کہ وہ کیوں نہیں مؤمن ہوتے۔ فرمایا کہ میں نہیں چاہتا کہ چند الفاظ طوطے کی طرح بیعت کے وقت رَٹ لئے جاویں، اس سے کچھ فائدہ نہیں۔ تزکیہ نفس کا علم حاصل کرو کہ ضرورت اسی کی ہے۔

(ملفوظات جلد1صفحہ 351-352 ایڈیشن 2003ء)

(خطبہ جمعہ 8/ نومبر 2013ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

ہر کسی سے پرے پرے رہنا

ہر کسی سے پرے پرے رہنا
سہمے سہمے ڈرے ڈرے رہنا

تم نے کیا روگ پال رکھے ہیں
جب بھی دیکھو مرے مرے رہنا

سانحہ کیا ہوا دسمبر میں
جون میں بھی ٹھرے ٹھرے رہنا

خالی کر دے نہ میری آنکھوں کو
آنسوؤں کا بھرے بھرے رہنا

دوستی رکھنا حکمرانوں سے
اور بظاہر کھرے کھرے رہنا

لکھے ہونا خزاں مقدر میں
پھر بھی قدسیؔ ہرے ہرے رہنا

عبدالکریم قدسیؔ۔ امریکا

دعا کا تحفہ

حضرت داؤد علیہ السلام کی ایک دُعا

حضرت ابو درداءؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام جو سب لوگوں سے زیادہ عبادت گزار تھے۔ (حصولِ محبتِ الٰہی کی) یہ دُعا کیا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسۡاَلُکَ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنۡ یُّحِبُّکَ وَالعَمَلَ الَّذِیۡ یُبَلِّغُنِی حُبَّکَ، اَللّٰھُمَّ اجۡعَلۡ حُبَّکَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنۡ نَفۡسِیۡ وَمَالِیۡ وَاَھۡلِیۡ وَمِنَ الۡمَاءِ الۡبَارِدِ

(ترمذی کتاب الدعوات)

ترجمہ:- اے اللہ! مَیں تجھ سے تیری محبت مانگتا ہوں۔ اور اُس کی محبت بھی جو تجھ سے محبت کرتا ہے۔ اور مَیں تجھ سے ایسے عمل کی توفیق مانگتا ہوں جو مجھے تیری محبت تک پہنچا دے۔ اے اللہ! اپنی محبت میرے دل میں اتنی ڈال دے جو میری اپنی ذات، میرے مال، میرے اہل اور ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ ہو۔

(مناجات رسولؐ از خزینۃ الدعا مرتبہ علامہ ایچ ایم طارق ایڈیشن 2014ء صفحہ 53-54)

مرسلہ: عائشہ چوہدری۔ جرمنی

اداریہ

نیکی کے مختلف راستے

کسی حدیث کی تلاش میں استاذی المحترم حضرت ملک سیف الرحمٰن مرحوم کی کتاب ’’حدیقۃ الصالحین‘‘ میرے ہاتھوں میں ہے۔ جس میں حضرت ملک صاحب نے ’’نیکی کے مختلف راستے اور سبقت الی خیر العمل‘‘ عنوان باندھ کر اس کے نیچے بہت سی اہم، کارآمد احادیث اکٹھی کی ہیں۔ چونکہ الفضل آن لائن کے قارئین مجھے بہت پیارے ہیں اس لئے دل نے چاہا کہ اس عنوان کے پہلے حصے ’’نیکی کے مختلف راستے‘‘ کے تحت درج نیکیوں کے ان راستوں اور ان ابواب کی راہنمائی اپنے قارئین کے لئے کروں تا وہ ان راستوں اور دروازوں سے باآسانی گزر کر جنت کی سیر کریں، وہاں استراحت محسوس کریں۔ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کریں، اپنے پیارے رسولؐ کا دیدار کریں اور مسیح دوران کے لئے راحت وسکون کا باعث بنیں۔

نیکیوں کے راستے

• ایک دفعہ ایک شخص نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ مجھے نیکیوں کے کچھ راستے بتائیں جو مجھے جنت میں لے جائیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ نماز باجماعت پڑھو، زکوٰۃ دو اور رشتہ داروں سے صلہ رحمی اور حسن سلوک کرو۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 650 حدیث نمبر 689)

• ایک اور روایت کے مطابق حضرت معاذؓ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سے ملتا جلتا جب سوال کیا تو آپؐ نے اوپر بیان پانچ نیکیوں کو دہرا کر درج ذیل مزید نیکیوں کا اضافہ فرمایا۔

رمضان کے روزے رکھو، زاد راہ ہو تو حج کرو۔ پھر فرمایا کیا میں بھلائی اور نیکی کے دروازوں کے متعلق تجھے نہ بتاؤں؟ (جن سے گزر کر جنت کی راہ دیکھی جاسکتی ہے) سنو! روزہ گناہوں سے بچنے کی ڈھال ہے۔ صدقہ گناہ کی آگ کو اس طرح بجھا دیتا ہے جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔ رات کے درمیانی حصہ میں نماز پڑھنا اجر عظیم کا موجب ہے۔ دین کی جڑ اسلام ہے اس کا ستون نماز ہے اور اس کی چوٹی جہاد ہے۔ اور سارے دین کا خلاصہ یہ کہ اپنی زبان کو روک رکھو۔ لوگ اپنی زبانوں کی کاٹی ہوئی کھیتیوں یعنی اپنے برے بول اور بے موقع باتوں کی وجہ سے جہنم میں اوندھے منہ گرتے ہیں۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 650-651)

مسلمان کے پانچ حقوق

• آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر یوں پانچ حق گنوائے جو نیکیوں کے راستے ہی تو ہیں۔

سلام کا جواب دینا، بیمار کی عیادت کرنا، وفات یافتہ کے جنازے میں شامل ہونا، کسی کی دعوت قبول کرنا اور کوئی چھینک مارے تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہنا۔ اور اس کے جواب میں یَرْحَمُکَ اللّٰہُ کہنا۔ ایک روایت میں پانچ کی بجائے چھ حقوق درج ہیں اور چھٹا حق یہ ہے کہ جب تو کسی سے ملے تو السلام علیکم کہے۔ ایک روایت میں ہے کہ جب کوئی تجھ سے خیر خواہانہ مشورہ مانگے تو خیر خواہی اور بھلائی سے مشورہ دے۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 654 حدیث:692)

سات باتوں کا حکم اور سات باتوں کی مناہی

• حضرت براء بن عازبؓ نے بتایا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سات باتوں پر عمل کرنے کا حکم دیا اور سات ہی باتوں سے بچنے کا حکم دیا۔ سات کرنے والی باتیں یہ ہیں۔ بیمار کی عیادت، جنازوں میں شمولیت، چھینک کا جواب، قسم کھانے والے کو قسم پوری کرنے کی امداد دینا، مظلوم کی مدد، دعوت قبول کرنا، اور سلام کو رواج دینا۔ اور جن باتوں سے روکا ان میں سونے کی انگوٹھی پہننا (مردوں کو)، چاندی کے برتن میں پانی پینا، سرخ رنگ کے ریشمی گدوں پر بیٹھنا (یعنی زرّیں مرصّع پالان اور کاٹھیاں بنانے ریشمی فرش بچھانے سے) قسی نامی کپڑا (ریشم اور سوت سے ملا ہوا) پہننا، اطلس اور دیباج یعنی خالص ریشم پہننا۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 655 حدیث نمبر 693)

ایک وصیت

• حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کی کہ مجھے کوئی وصیت کریں۔ آپؐ نے فرمایا نمبر 1 اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو کیونکہ تمام بھلائیوں کی یہ بنیاد ہے۔ نمبر 2 اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرو کیونکہ یہ مسلمان کی رہبانیت ہے۔ نمبر 3: اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو کیونکہ یہ تیرے لیے نور ہے۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 656 حدیث 694)

صدقہ کی تعریف

• ایک شخص کے سوال پر کہ ثواب کے لحاظ سے سب سے بڑا صدقہ کیا ہے؟ جواب میں آنحضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا۔ سب سے بڑا صدقہ یہ ہے کہ تُو اس حالت میں صدقہ کرے کہ تُو تندرست ہو اور مال کی ضرورت اور حرص رکھتا ہو، غربت سے ڈرتا ہو اور خوشحالی چاہتا ہو۔ صدقہ وخیرات میں ایسی دیر نہ کرو مبادا جب جان حلق تک پہنچ جائے تو تُو کہے کہ فلاں کو اتنا دے دو اور فلاں کو اتنا۔ حالانکہ وہ مال اب تیرا نہیں رہا وہ تو فلاں کا ہوچکا۔ (یعنی مرنے والے کے اختیار سے نکل چکا ہے)

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 656-657 حدیث:695)

آرٹیکل کے حصہ اول میں ’’نیکی کے مختلف راستے‘‘ کے تحت احادیث کو جمع کیا گیا ہے۔ اب اس کے دوسرے حصہ ’’سبقت الی خیر العمل‘‘ کے حوالہ سے بعض احادیث قارئین کے لیے ذیل میں درج ہیں۔

جہاں تک نیکیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کا تعلق ہے تو یہ ایک ایسا ترقی کا گر ہے جس سے قوم، قوم بنتی ہے اور اسلامی دنیا میں ایک مسلمان نکھر کر ایک نومولود بچے کی طرح اللہ کے حضور حاضر ہوتا ہے۔

حضرت ابوبکرؓ کا نیک نمونہ

• آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں صحابہ میں مسابقت الی الخیر کی دوڑ لگی رہتی تھی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اشاعت وترویج اسلام کے لئے جب ایک دفعہ رقم کی ضرورت تھی تو حضرت عمرؓ اپنے گھر کا آدھا اثاثہ لے کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں اس عزم کے ساتھ حاضر ہوئے کہ آج ابوبکرؓ میرے سے آگے نہیں بڑھ سکے گا۔ ابھی یہ سوچ ہی رہے تھے کہ حضرت ابوبکرؓ اپنے گھر کا سارا اثاثہ گٹھڑی میں باندھے سر پر اٹھائے حاضر ہوگئے۔ آنحضورؐ کے پوچھنے پر فرمایا کہ میں گھر میں اللہ اور اس کا رسولؐ چھوڑ آیا ہوں۔ یہ سارا نظارہ دیکھ کر حضرت عمرؓ نے ایک ہُوک بھری اور کہا کہ یہ بڈھا مجھے نیکی میں آگے نہیں بڑھنے دیتا۔

• پھر ایک روایت میں آتا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز پر صحابہ سے دریافت فرمایا کہ آج کس کس نے روزہ رکھا ہے؟ تمام خاموش تھے مگر حضرت ابوبکرؓ نے عرض کی کہ حضور! میں نے آج روزہ کی نیت کرلی تھی۔ پھر آنحضورؐ نے دریافت فرمایا کہ آج کسی نے کسی غریب کو کچھ دیا؟ تو تمام صحابہ نے کہا کہ حضورؐ! ابھی تو صبح ہے کیسے اس نیکی پر عمل ہوسکتا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کی حضورؐ! میں کچھ دے آیا ہوں۔ پوچھا کیسے؟ عرض کی۔ میرے اس بیٹے نے نماز پر آتے کچھ کھانے کی ضد کی۔ میں نے روٹی کا ایک ٹکڑا اسے دے دیا جو اس کے پاس تھا میں نے اس سے لے کر مسجد کے باہر کھڑے ایک فقیر کو دے دیا تھا۔ پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ آج کسی نے تیمارداری کی ہے؟ تمام صحابہ ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے کہ یہ صبح سویرے کیسے ممکن ہے؟ حضرت ابوبکرؓ فوراً بولے یا رسول اللہؐ! مجھے رات کو علم ہوا کہ فلاں صحابی بیمار ہیں۔ میں مسجد آتے ہوئے ان کا دروازہ کھٹکھٹا کر حال پوچھ آیا ہوں۔

تو یہ تھا صحابہ میں ایک دوسرے سے نیکیوں میں آگے بڑھنے کا شوق۔ وہ شوق ہی تھا کہ صحابہ پہلی صف میں بیٹھنے کا ثواب لینے کے لئے سب سے پہلے مسجد میں آنے لگے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کا یہ اشتیاق دیکھ کر فرمایا کہ خدشہ ہے کہ مجھے پہلی صف میں بیٹھنے کے لئے قرعہ اندازی کرانی پڑے۔

نیکی کے تمام راستوں سے داخلہ

• آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ فرمایا کہ جو شخص جس نیکی میں ممتاز ہوگا اسے اس نیکی کے دروازے سے گزرنے کو کہا جائے گا تا وہ جنت میں داخل ہوسکے۔ اسے آواز آئے گی کہ اے اللہ کے بندے! یہ دروازہ تیرے لیے بہتر ہے۔ اس سے اندر آجاؤ۔ بعض لوگ نماز کے دروازے سے، بعض جہاد کے دروازے سے، بعض روزے کے دروازے سے یعنی سیرابی کے دروازے سے اور جو صدقہ میں ممتاز ہوئے انہیں صدقہ کے دروازے سے بلایا جائے گا۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سن کر حضرت ابوبکرؓ نے پوچھا اے اللہ کے رسولؐ! میرے ماں باپ آپؐ پر فدا۔ کوئی ایسا شخص بھی ہوگا جس کو ان سب دروازوں سے آواز آئے گی تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

نَعَمْ! وَاَرْجُوْا اَنْ تَکُوْنَ مِنْهُمْ (بخاری کتاب الصوم) کہ ہاں مجھے امید ہے کہ تم بھی ان خوش نصیبوں میں شامل ہوگے۔

ایک اور مسابقت الی الخیر کی مثال

• ایک دفعہ کچھ لوگوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ یا رسول اللہؐ! دولت مند لوگ سارا ثواب لے جاتے ہیں۔ وہ بھی نماز پڑھتے ہیں جس طرح ہم نماز پڑھتے ہیں اور روزے بھی ہماری طرح رکھتے ہیں۔ مگر وہ صاحب مال ہونے کی وجہ سے ہم سے صدقہ وخیرات میں سبقت لے جاتے ہیں جس کا ہمیں بہت دکھ اور قلق رہتا ہے کیونکہ ہم صدقہ نہیں دے پاتے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ سنو! ہر تسبیح صدقہ ہے، ہر تکبیر صدقہ ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ

بقیہ صفحہ 12 پر

ابو ہشام بن ولی

جماعت احمدیہ کا نظام خلافت

قسط 4

سوال نمبر 9:۔بعض لوگ ایک حدیث سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ خلفاء قریش میں سے ہوں گے۔

جواب:۔حضرت مرزا بشیرؓاحمد صاحب ایم۔اے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے ’’سیرۃ خاتم النبیین‘‘ میں تحریر فرماتے ہیں:

’’دلیل جو اس خیال کو غلط ثابت کرتی ہے یہ ہے کہ اسلام میں اصولاً قومی یا نسلی خصوصیات کو دینی یا سیاسی حقوق کی بنیاد تسلیم نہیں کیا گیا۔ بالفاظ دیگر اسلام میں ان معنوں کے لحاظ سے کوئی ذاتیں نہیں کہ فلاں ذات کو یہ حقوق حاصل ہوں گے اور فلاں کو یہ بلکہ اس میں ذاتوں اور قوموں کو صرف تعارف اور شناخت کا ایک ذریعہ رکھا گیا ہے اور اس سے بڑھ کر کچھ نہیں۔ چنانچہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا یَسۡخَرۡ قَوۡمٌ مِّنۡ قَوۡمٍ عَسٰۤی اَنۡ یَّکُوۡنُوۡا خَیۡرًا مِّنۡهُمۡ

... وَجَعَلۡنٰکُمۡ شُعُوۡبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوۡا ؕ اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰهِ اَتۡقٰکُمۡ

یعنی اے مسلمانو! تمہارے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ ایک قوم دوسری قوم پر اپنی بڑائی بیان کرے یا دوسری قوم کو اپنے سے نیچا سمجھے۔ کیونکہ تمہیں کیا معلوم ہے کہ خدا کی نظروں میں کون بڑا ہے۔۔۔اور ہم نے جو تمہیں دنیا میں قوموں اور قبائل کی صورت میں بنایا ہے تو اس کی غرض صرف یہ ہے کہ تم آپس کی شناخت اور تمیز میں آسانی پاؤ۔ یہ نہیں کہ تم اس تفریق پر کسی قسم کی بڑائی یا خاص حقوق کی بنیاد سمجھو۔ کیونکہ خدا کی نظر میں سے بڑا وہ ہے جو خدائی قانون کی زیادہ اطاعت اختیار کرتا ہے۔ خواہ وہ کوئی ہو۔‘‘

اس واضح اور غیر مشکوک اصولی تعلیم کے علاوہ قرآن شریف خاص خلافت و امارت کے سوال میں بھی قومی یا خاندانی حق کے خیال کو رد کرتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے

اِنَّ اللّٰهَ یَاۡمُرُکُمۡ اَنۡ تُؤَدُّوا الۡاَمٰنٰتِ اِلٰۤی اَهۡلِهَا ۙ وَاِذَا حَکَمۡتُمۡ بَیۡنَ النَّاسِ اَنۡ تَحۡکُمُوۡا بِالۡعَدۡلِ

یعنی ’’خدا تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ باگ دوڑ صرف اہل لوگوں کے سپرد کیا کرو (خواہ وہ کوئی ہوں) اور جو لوگ امیر منتخب ہوں انہیں چاہیئے کہ اپنی حکومت کو عدل و انصاف کے ساتھ چلائیں‘‘۔

اس آیت میں خلیفہ یا امیر کے لئے صرف یہ شرط رکھی گئی ہے کہ وہ حکومت کا اہل ہو اور اس کے علاوہ کوئی اور شرط نہیں لگائی گئی جو اس بات کی یقینی دلیل ہے کہ اسلام میں خلیفہ یا امیر کے لئے اہلیت کے سوا کوئی شرط نہیں ہے۔ اسی طرح حدیث میں آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں:

عَنۡ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوۡلَ اللّٰهِ قَالَ اِسۡمَعُوۡا وَاَطِیۡعُوۡا وَاِنِ اسۡتُعۡمِلَ عَلَیۡکُمۡ عَبۡدٌ حَبَشِیٌّ

یعنی حضرت انس بن مالک روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ اے مسلمانو! اگر تم پر حبشی غلام بھی امیر بنادیا جاوے تو تمہارا فرض ہے کہ اس کی اطاعت کرو۔

اگر اسلام میں امیر کا قریشی ہونا ضروری تھا تو آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد بے معنی قرار پاتا کہ تم ہر امیر کی فرمانبرداری کرو خواہ وہ کیسا ہی ہو۔ الغرض کیا بلحاظ اصول کے اور کیا بلحاظ تخصیص کے یہ بات بالکل غلط اور بے بنیاد ہے کہ اسلام میں حکومت اور خلافت کو کسی خاص قوم کے ساتھ وابستہ کر دیا گیا ہے اور اسلامی تعلیم کی روح اس خیال کو دور سے دھکے دیتی ہے۔

اب رہا یہ سوال کہ پھر ان احادیث کا کیا مطلب ہے جن میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ خلفاء ائمہ قریش میں سے ہوں گے۔ سو ان احادیث پر ایک ادنیٰ تدبر بھی اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہے کہ یہ ایک پیشگوئی تھی نہ کہ حکم یا سفارش یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے ذریعہ اور بہت سی باتوں کا اظہار فرمایا تھا جو آئندہ ہونے والی تھی اسی طرح خلفاء آپ کے بعد ہونے والے تھے ان کے متعلق آپ کو یہ علم دیا گیا تھا کہ وہ قبیلہ قریش میں سے ہوں گے اور پیشگوئی کی صورت میں قطعاً کوئی اعتراض نہیں رہتا کیونکہ بہرحال خلفاء نے کسی نہ کسی قوم یا قبیلہ میں سے ہونا تھا اور اس وقت کے حالات کے ماتحت وہ سب کے سب قریش میں سے ہوئے تو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا۔۔۔اس زمانہ میں قریش کو دوسرے قبائل عرب پر ایک حقیقی اور یقینی فوقیت حاصل تھی اور انہیں چھوڑ کر کسی دوسرے قبیلہ میں عنان حکومت کا جانا ملک کے لئے سخت ضرر رساں تھا کہ اسلام نے قریش کو ہمیشہ کے لئے حکومت کا ٹھیکہ دے دیا تھا۔ چنانچہ اگر ایک طرف آنحضرت ﷺ کا یہ قول مروی ہوا ہے کہ میرے بعد خلفاء وائمہ اسلام قریش میں سے ہوں گے تو دوسری طرف آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ بالآخر قریش حکومت کی اہلیت کو کھو بیٹھیں گے اور اسلام کی حکومت کو تباہ و برباد کرنے کا موجب بن جائیں گے۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے۔ عَنۡ اَبِیۡ هُرَیۡرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰه ﷺ هَلَکَةُ اُمَّتِیۡ عَلٰی یَدَیۡ غِلۡمَةٍ مِّنۡ قُرَیۡشٍ یعنی ابوہریرہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ میری امت کی تباہی بالآخر قریش کے نوجوانوں کے ہاتھوں سے ہوگی۔

یعنی جب قریش کی حالت خراب ہو جائے گی اور وہ حکومت کے اہل نہیں رہیں گے تو پھر اس کے بعد ان کے ہاتھ میں حکومت کا رہنا بجائے رحمت کے زحمت ہو جائے گا اور بالآخر قریش ہی کے ہاتھوں سے اسلامی حکومت کی تباہی کا سامان پیدا ہو جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور یہ جو بعض حدیثوں میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ قریش کی امارت قیامت تک رہے گی۔ اس سے بھی یہ مراد ہے کہ امت اسلامی کی تباہی تک قریش برسر حکومت رہیں گے اور پھر بالآخر انہیں کے ہاتھوں سے تباہی کا بیج بویا جاکر اسلام میں ایک نئے دور کا آغاز ہوجائے گا۔ خلاصہ کلام یہ کہ قرآن و احادیث کے مجموعی مطالعہ سے یہ بات قطعی طور پر ثابت ہوتی ہے کہ قریش کی امارت و خلافت کے متعلق آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے اس سے محض پیشگوئی مراد ہے، حکم یا سفارش مراد نہیں اور پھر یہ پیشگوئی بھی معیادی اثر رکھتی ہے یعنی اسلام کے دور اول کے ساتھ مخصوص تھی اور آپؐ

کا منشاء یہ تھا کہ چونکہ اس وقت حکومت کی اہلیت سب سے زیادہ قریش میں ہے اس لئے آپؐ کے بعد وہی برسر حکومت و اقتدار رہیں گے۔ لیکن جب ایک عرصہ کے بعد وہ اس اہلیت کو کھو بیٹھیں گے تو پھر اس وقت امت محمدیہ پر ایک انقلاب آئے گا اور اس کے بعد ایک نئے دور کی داغ بیل قائم ہو جائے گی۔ الغرض یہ بات درست نہیں ہے کہ اسلام نے حکومت کے حق کو کسی خاص خاندان یا قوم کے ساتھ محدود کر دیا ہے بلکہ حق یہ ہے کہ اسلام میں حکومت انتخاب سے قائم ہوتی ہے اور انتخاب میں ہر شخص کے لئے دروازہ کھلا رکھا گیا ہے۔

(سیرۃ خاتم النبیین از حضرت مرزا بشیر احمدؓ ایم۔اے صفحہ 644-647)

خلیفہ سے غلطی کا امکان

سوال نمبر 10:۔ایک سوال اٹھایا جاتا ہے کہ کیا خلیفہ کوئی غلطی کرسکتا ہے؟

جواب:۔اس سوال کا جواب دیتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں:

’’میں اس بات کا قائل نہیں کہ خلیفہ کوئی غلطی نہیں کرسکتا۔ مگر اس بات کا قائل ہوں کہ کوئی ایسی غلطی نہیں کرسکتا جس سے جماعت تباہ ہو۔۔۔مگر سب کاموں میں غلطی نہیں کرسکتا اور اگر وہ کوئی ایسی غلطی کر بھی بیٹھے جس کا اثر جماعت کے لئے تباہی خیز ہو تو خدا تعالیٰ اس غلطی کو بھی درست کر دے گا اس کے نیک نتائج پیدا ہوں گے۔ یہ عصمت کسی اور جماعت یا کسی اور مجلس کو حاصل نہیں ہوسکتی۔ میں مانتا ہوں کہ خلفاء غلطی کرتے رہے اور اب بھی کرسکتے ہیں۔ بعض اوقات میں فیصلہ کرتا ہوں جس کے متعلق بعد میں معلوم ہوتا ہے کہ غلطی ہوئی ہے۔

مگر سوال یہ ہے کہ غلطی سے زیادہ محفوظ کون ہے؟ اجتہادی اور سیاسی غلطیاں رسول سے بھی ہوسکتی ہیں۔ پھر خلیفہ ایسی غلطیوں سے کس طرح بچ سکتا ہے۔

نبی اجتہادی غلطی کرسکتا ہے۔ بحیثیت فقیہ غلطی کرسکتا ہے۔ بحیثیت بادشاہ غلطی کرسکتا ہے۔ لیکن بحیثیت نبی غلطی نہیں کرسکتا۔ اور وہ باتیں جو نبی سے بحیثیت فقیہ اور بحیثیت حاکم تعلق رکھتی ہیں۔ خلفاء ان میں نبی کے وارث ہوتے ہیں۔ خلفاء نبی کی ہر بات کے وارث ہوتے ہیں۔ سوائے نبوت کے اور جو احکام نبوت کے سوا نبی کے لئے جاری ہوتے ہیں وہی خلیفہ کے لئے جاری ہوتے ہیں۔۔۔۔

بیشک خلفاء غلطی کرسکتے ہیں۔ مگر اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اگر ان کے آگے سر تسلیم خم نہ کیا جائے تو کوئی جماعت جماعت نہیں رہ سکتی۔ پس خلیفہ بھی غلطی کرسکتا ہے اور تم بھی غلطی کرسکتے ہو۔ مگر فرق یہی ہے کہ خلیفہ کی خطرناک غلطی کی خدا تعالیٰ اصلاح کر دے گا۔ مگر آپ لوگوں سے خدا کا

یہ وعدہ نہیں ہے۔''

(رپورٹ مجلس مشاورت 1925ء)

بعض لوگوں کے نزدیک خلیفہ وقت کی غلطی کا امکان یا کسی خلیفہ سے اجتہادی یا سیاسی امر میں کوئی غلطی سرزد ہوجائے تو اس میں اس کی اطاعت واجب نہیں۔اگر کبھی کوئی ایسی صورت پیدا ہوجائے تو پھر بھی خلیفہ کی اطاعت لازم ہے۔چنانچہ حضرت اسمٰعیل شہیدؒ منصب امامت میں تحریر کرتے ہیں:

''اسی بناء پر علمائے امت نے اطاعت امام کو غیر منصوصہ مقام میں صحت قیاس پر موقوف نہیں رکھا بلکہ اس کی اطاعت کے باوجود اس کے ضعف قیاس کو بھی واجب جانا ہے اور اس کے مخالف کو اگرچہ اس کا قیاس امام کے قیاس سے اظہر اور قوی ہو، جائز نہیں رکھا اور اس میں راز یہی ہے کہ اس کا حکم بذاتہٖ اصول دین سے ایک اصل ہے اور ادلّہ شرعیہ سے ایک دلیل ہے جو صحیح قیاس سے قوی ہے۔اگرچہ فی الحقیقت کسی اور کے قیاس سے مستنبط ہو۔لیکن دوسرے کا قیاس اگرچہ صحیح ہو، ظنی ہے اور یہ حکم اگرچہ بنفس الامر قیاس سے مستند ہو لیکن قطعی ہے۔مثال اس کی یہ ہے کہ اجماع صحت قطعیہ ہے اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مستند اجماع نفس الامر میں ایک قیاس ہوتا ہے یا خبر غیر مشہور اور وہ بھی ظنی ہے''

(منصب امامت صفحہ 149-150 از شاہ اسمٰعیل شہید ایڈیشن دوم 1969ء نقوش پریس لاہور)

ہاں اگر خلیفۂ وقت سے کوئی ایسی غلطی سرزد ہو جو نص صریح کے خلاف ہو تو پھر بھی حکم یہ ہے کہ ادب کے ساتھ اس معاملہ کو خلیفۂ وقت کی خدمت میں پیش کرکے خاموشی اختیار کر لی جائے۔نہ تو اس امر کو عوام الناس میں زیر بحث لانے کی اجازت ہے اور نہ ہی خلیفۂ وقت کے ساتھ بحث وجدال کا طرز عمل اپنایا جائے بلکہ تسلی نہ ہونے کی صورت میں بھی خاموشی اختیار کر لی جائے۔اس سلسلہ میں بھی حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ ہماری راہنمائی فرماتے ہیں:

''امام کا حکم نص حکمی ہے۔یعنی جس وقت مجتہدین کا اجتہاد اور قیاس آراؤں کا قیاس نص قطعی کے مقابل ہوتا ہے تو بیشک پایۂ اعتبار سے ساقط ہوجاتا ہے۔یعنی مذکورہ امور پر مخالفت کی نص کی صورت میں ہرگز قابل عمل نہیں رہتا۔ایسے ہی جب مذکورہ امور امام یا اس کے نائب کے حکم کے متعارض ہوں تو پایۂ اعتبار ساقط ہوجاتے ہیں۔کیونکہ جس وقت مواضع اختلاف اور مسائل اجتہاد میں امام کا حکم دو جانب میں سے ایک جانب متوجہ ہو تو ہر مجتہد، مقلد، عالم، عامی، عارف اور غیر عارف پر واجب العمل ہوگا۔کسی کو اس کے ساتھ اپنے اجتہاد یا مجتہدین سابقین کے اجتہاد یا اپنے الہام یا شیوخ متقدمین کے الہام سے تعرض نہیں ہوسکتا۔جو کوئی حکم امام کی مخالفت کرے اور مذکورۃ الصدر امور کے خلاف عمل کرے تو بیشک عنداللہ عاصی اور گنہگار ہے اور عذر اس کا حضور رب العالمین وحضور انبیاء مرسلین ومجتہدین میں قابل قبول نہ ہوگا اور یہ مسئلہ اجماعی ہے کہ اہل اسلام سے کسی کو اس کے ساتھ اختلاف نہیں ہے۔

(منصب امامت صفحہ 146-147 از شاہ اسمٰعیل شہیدؒ ایڈیشن دوم 1996ء نقوش پریس لاہور)

خلیفہ وقت کے ساتھ اختلاف

سوال نمبر 11: کیا خلیفۂ وقت کے ساتھ اختلاف کیا جاسکتا ہے؟

جواب: خلیفۂ وقت کے ساتھ اختلاف رکھنے کے بارہ میں حضرت مصلح موعودؓ ارشاد فرماتے ہیں:

''خلافت کے تو معنی ہی یہ ہیں کہ جس وقت خلیفہ کے منہ سے کوئی بات نکلے اس وقت سب اسکیموں، سب تجویزوں اور سب تدبیروں کو پھینک کر رکھ دیا جائے اور سمجھ لیا جائے کہ اب وہی اسکیم وہی تجویز اور وہی تدبیر مفید ہے جس کا خلیفہ وقت کی طرف سے حکم ملا ہے۔جب تک یہ روح جماعت میں پیدا نہ ہو اس وقت تک سب خطبات رائیگاں، تمام اسکیمیں باطل اور تمام تدبیریں ناکام ہیں۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ جماعت محسوس کرے کہ خلیفۂ وقت جو کچھ کہتا ہے اس پر عمل کرنا ضروری ہے اگر وہ سمجھتی ہے کہ خلیفہ نے جو کچھ کہا وہ غلط کہا اور اس کا نتیجہ اچھا نہیں نکل سکتا تو جو لوگ یہ سمجھتے ہوں۔ان کا فرض ہے کہ وہ خلیفہ کو سمجھائیں اور اس سے ادب کے ساتھ تبادلہ خیالات کریں۔لیکن اگر یہ نہیں کرسکتے۔تو پھر ان کا فرض ہے کہ وہ اس طرح کام کریں جس طرح ہاتھ دماغ کی متابعت میں کام کرتا ہے۔ہاتھ کبھی دماغ کو سمجھاتا بھی ہے کہ ایسا نہ کرو، مثلاً دماغ کہتا ہے فلاں جگہ مکا مارو ہاتھ مکا مارتا ہے تو آگے وہ ذرہ سی سختی محسوس کرتا ہے اور ہاتھ کو درد ہوتا ہے۔اس پر دماغ سے کہتا ہے کہ اس جگہ مکا نہ مروائیں۔یہاں تکلیف ہوتی ہے اور دماغ اس کی بات مان لیتا ہے۔اسی طرح جماعت میں سے ہر شخص کا حق ہے کہ اگر وہ خلیفۂ وقت سے کسی بات میں اختلاف رکھتا ہے تو وہ اسے سمجھائے اور اگر اس کے بعد بھی خلیفہ اپنے حکم یا اپنی تجویز کو واپس نہیں لیتا تو اس کا کام ہے کہ وہ فرمانبرداری کرے اور یہ تو دینی معاملہ ہے۔دنیوی معاملات میں بھی افسروں کی فرمانبرداری کے تاریخ میں ایسے ایسے واقعات آتے ہیں کہ انہیں پڑھ کر طبیعت سرور سے بھر جاتی ہے۔''

(الفضل قادیان 31 جنوری 1936ء)

اسی طرح ایک دوسرے خطبہ جمعہ میں ارشاد فرمایا:

''میں نے متواتر جماعت کو بتایا ہے کہ خلافت کی بنیاد محض اور محض اس بات پر ہے کہ اَلْاِمَامُ جُنَّۃٌ یُقَاتَلُ مِنْ وَّرَآئِہٖ یعنی امام ایک ڈھال ہوتا ہے اور مومن اس ڈھال کے پیچھے سے لڑائی کرتا ہے مومن کی ساری جنگیں امام کے پیچھے کھڑے ہوکر ہوتی ہیں۔اگر ہم اس مسئلہ کو ذرا بھی بھلا دیں۔اس کی قیود کو ڈھیلا کردیں اور اس کی ذمہ داریوں کو نظر انداز کردیں۔تو جس غرض کے لئے خلافت قائم ہے۔وہ مفقود ہوجائے گی۔میں جانتا ہوں کہ انسانی فطرت کی کمزوریاں کبھی کبھی اسے اپنے جوش اور غصہ میں اپنے فرائض سے غافل کردیتی ہیں۔پھر میں یہ بھی جانتا ہوں کہ کبھی انسان ایسے اشتعال میں آجاتا ہے کہ وہ یہ نہیں جانتا کہ میں مونہہ سے کیا کہہ رہا ہوں۔مگر بہرحال یہ حالت اس کی کمزوری کی ہوتی ہے نیکی کی نہیں اور مومن کا کام یہ ہے کہ کمزوری کی حالت کو مستقل نہ ہونے دے اور جہاں تک ہوسکے۔اسے عارضی بنائے۔بلکہ بالکل دور کردے۔اگر ایک امام اور خلیفہ کی موجودگی میں انسان یہ سمجھے کہ ہمارے لئے کسی آزاد تدبیر اور مظاہرہ کی ضرورت ہے۔تو پھر خلیفہ کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔امام اور خلیفہ کی ضرورت یہی ہے کہ ہر قدم جو مومن اٹھاتا ہے۔اس کے پیچھے اٹھاتا ہے۔اپنی مرضی اور خواہشات کو اس کی مرضی اور خواہشات کے تابع کرتا ہے۔اپنی تدبیروں کو اس کی تدبیروں کے تابع کرتا ہے۔اپنے ارادوں کو اس کے ارادوں کے تابع کرتا ہے۔اپنی آرزوؤں کو اس کی آرزوؤں کے تابع کرتا ہے اور اپنے سامانوں کو اس کے سامانوں کے تابع کرتا ہے۔اگر اس مقام پر مومن کھڑے ہوجائیں تو ان کے لئے کامیابی اور فتح یقینی ہے۔''

(الفضل قادیان 4 ستمبر 1937ء)

اسی طرح ایک دوسرے موقع پر فرمایا:

''ایک شخص جو خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہے اسے سمجھنا چاہئے کہ خلفاء خدا مقرر کرتا ہے اور خلیفہ کا کام دن رات لوگوں کی راہنمائی اور دینی مسائل میں غور وفکر ہوتا ہے اس کی رائے کا دینی مسائل میں احترام ضروری ہے اور اس کی رائے سے اختلاف اسی وقت جائز ہوسکتا ہے جب اختلاف کرنے والے کو ایک اور ایک دو کی طرح یقین ہوجائے کہ جو بات وہ کہتا ہے وہ درست ہے۔پھر یہ بھی شرط ہے کہ پہلے وہ اس اختلاف کو خلیفہ کے سامنے پیش کرے۔۔۔۔نہ کہ خود ہی اس کی اشاعت شروع کردے۔۔۔اگر کوئی شخص اس طرح نہیں کرتا اور اختلاف کو اپنے دل میں جگہ دے کر عام لوگوں میں پھیلاتا ہے تو وہ بغاوت کرتا ہے اسے اپنی اصلاح کرنی چاہئے۔''

(منہاج الطالبین لیکچر حضرت مصلح موعودؓ انوار العلوم جلد 9 صفحہ 162)

پس اگر کبھی واجب الاطاعت خلیفہ کے احکام اور ارشادات کے ساتھ کسی چیز کا مقابلہ آپڑے۔تو پھر تمام فرمانبرداریوں اور اطاعتوں کا خاتمہ۔تمام عہدوں اور شرطوں کی شکست تمام رشتوں اور تعلقات کا انقطاع تمام دوستیوں اور محبتوں کا اختتام ہوگا صرف اور صرف خلیفہ کی اطاعت مومن کو مدنظر ہوگی کیونکہ اس کی اطاعت کی مخالفت میں کوئی اطاعت نہ ہوگی۔اس وقت نہ باپ باپ ہے نہ افسر افسر ہے۔نہ بھائی بھائی ہے۔نہ دوست دوست ہے نہ رشتہ دار رشتہ دار ہے کیونکہ سب رشتے ٹوٹ گئے۔

سب تعلقات منقطع ہوگئے۔رشتہ دراصل ایک ہی تھا اور یہ سب رشتے اسی ایک رشتہ کی خاطر تھے۔

پس خلیفہ کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے اور جو خدا کی اطاعت کا جوا اپنی گردن سے اتارنے کی کوشش کرتا ہے وہ دین ودنیا میں ناکام ونامراد رہتا ہے۔

خلافت سے معزولی

سوال نمبر 12: کیا خلافت سے معزولی جائز ہے؟

ایک سوال یہ اٹھایا جاتا ہے کہ اگر کوئی خلیفہ کسی بیماری یا عارضہ یا بعض غیر معمولی حالات کی وجہ سے اپنے فرائض منصبی ادا کرنے کے قابل نہ رہے تو کیا اس صورت میں خلیفہ وقت کو معزول کرکے کسی نئے خلیفہ کا انتخاب یا تقرر ہوسکتا ہے؟

جواب: اس سوال کا جواب یہ ہے کہ جب قرآن کریم، احادیث صحیحہ، اقوال خلفاء راشدہ وصلحاء امت اور خدا کی فعلی شہادت سے یہ ثابت ہوگیا کہ خلیفہ خدا بناتا ہے تو پھر کسی دوسرے کو کوئی حق نہیں کہ وہ کسی خلیفہ راشد کو کسی بھی وجہ سے معزول کردے۔خلیفہ نبی کا جانشین اور قائمقام ہوتا ہے۔جب نبی معزول نہیں ہوسکتا تو اس کا قائمقام اور جانشین کیسے معزول ہوسکتا ہے؟ کیونکہ یہ ایک روحانی منصب ہے جو تا قیامت جاری رہتا ہے۔

آنحضرتؐ کی ایک حدیث جس میں آپ نے حضرت عثمانؓ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ:

اِنَّ اللّٰہَ یُقَمِّصُكَ قَمِیْصًا فَاِنْ اَرَادَكَ الْمُنَافِقُوْنَ عَلٰی خِلْعِهٖ فَلَا تَخْلَعْهُ اَبَدًا۔

(تاریخ طبری حصہ سوم صفحہ 482 ازابی جعفر محمد بن جریر الطبری)

یعنی اے عثمان! یقیناً تجھے اللہ تعالیٰ ایک قمیص پہنائے گا اگر منافق اس قمیص کو اتارنے کی کوشش کریں تو ہرگز ہرگز نہ اتارنا۔

پس اس حدیث سے روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ خلیفہ معزول نہیں کیا جاسکتا۔ یہ عہد روحانی ہے، جس سے کسی کو ہٹانے کا کسی کے پاس کوئی اختیار نہیں۔

اس سلسلہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرماتے ہیں:

’’خدا نے جس کام پر مجھے مقرر کیا ہے میں بڑے زور سے خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اب میں اس کُرتے کو ہرگز نہیں اتار سکتا۔ اگر سارا جہان بھی اور تم بھی میرے مخالف ہو جاؤ تو میں تمہاری بالکل پرواہ نہیں کرتا اور نہ کروں گا۔ خدا کے مامور کا وعدہ ہے اور اس کا مشاہدہ ہے کہ وہ اس جماعت کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔ اس کے عجائبات قدرت بہت عجیب ہیں اور اس کی نظر بہت وسیع ہے۔ تم معاہدہ کا حق پورا کرو پھر دیکھو کس قدر ترقی کرتے ہو اور کیسے کامیاب ہوتے ہو۔‘‘

(خطبات نور صفحہ 419)

مزید فرماتے ہیں:

’’پس جب میں مرجاؤں گا تو پھر وہی کھڑا ہوگا جس کو خدا چاہے گا۔ خدا اس کو آپ کھڑا کر دے گا۔۔۔ تم نے میرے ہاتھوں پر اقرار کئے ہیں تم خلافت کا نام نہ لو مجھے خدا نے خلیفہ بنادیا ہے اور اب نہ تمہارے کہنے سے معزول ہوسکتا ہوں اور نہ کسی میں طاقت ہے کہ وہ معزول کرے۔ اگر تم زیادہ زور دوگے تو یاد رکھو میرے پاس ایسے خالد بن ولید ہیں جو تمہیں مرتدوں کی طرح سزادیں گے۔‘‘

(بدر 4 جولائی 1912ء)

حضرت خلیفۃ المسیح ثانیؓ اس مسئلہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

’’خلیفہ خدا ہی بناتا ہے اور اس کی طاقت ہے کہ معزول کرے۔ کسی انسان میں نہ خلیفہ بنانے کی طاقت ہے نہ معزول کرنے کی۔‘‘

(آئینہ صداقت، انوارالعلوم جلد 6 صفحہ 168)

اسی طرح فرمایا:

’’اس کا جواب یہ ہے کہ گو خلیفہ کا تقرر انتخاب کے ذریعہ سے ہوتا ہے لیکن آیت کی نص صریح اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ امت کو اپنے فیصلہ کا اس امر میں ذریعہ بناتا ہے اور اس کے دماغ کو خاص طور پر روشنی بخشتا ہے لیکن مقرر اصل میں اللہ تعالیٰ ہی کرتا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ کہ وہ خود ان کو خلیفہ بنائے گا۔ پس گو خلفاء کا انتخاب مومنوں کے ذریعہ سے ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا الہام لوگوں کے دلوں کو اصل حقدار کی طرف متوجہ کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بتاتا ہے کہ ایسے خلفاء میں میں خاصیتیں پیدا کر دیتا ہوں اور یہ خلفاء ایک انعام الٰہی ہوتے ہیں۔ پس اس صورت میں اس اعتراض کہ تفصیل یہ ہوئی کہ کیا امت کو حق نہیں کہ وہ اس شخص کو جو کامل موحد ہے جس کے دین کو اللہ تعالیٰ نے قائم کرنے کا فیصلہ کیا ہے جس کے لئے خدا نے تمام خطرات کو دور کرنے کا وعدہ کیا ہے اور جس کے ذریعہ سے وہ شرک کو مٹانا چاہتا ہے اور جس کے ذریعہ سے وہ اسلام کو محفوظ کرنا چاہتا ہے معزول کر دے۔ ایسے شخص کو تو شیطان کے چیلے ہی معزول کریں گے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اس جگہ وعدہ کا لفظ ہے اور وعدہ احسان پر دلالت کرتا ہے۔ پس اس اعتراض کے معنی یہ ہوں گے کہ چونکہ انعام کا انتخاب اللہ تعالیٰ نے امت کے ہاتھ میں رکھا ہے اسے کیوں حق نہیں کہ وہ اس انعام کو رد کر دے۔ ہر عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ یہ استنباط بدترین استنباط ہے، جو انعام منہ مانگے ملے اس کا رد کرنا تو انسان کو اور بھی مجرم بنا دیتا ہے اور اس پر شدید حجت قائم کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو فرمائے گا کہ اے لوگو! میں نے تمہاری مرضی پر چھوڑا اور کہا کہ میرے انعام کو کس صورت میں لینا چاہتے ہو؟ تم نے کہا ہم اس انعام کو فلاں شخص کی صورت میں لینا چاہتے ہیں اور میں نے اپنے فضل اس شخص کے ساتھ وابستہ کر دیئے۔ جب میں نے تمہاری بات مان لی تو اب تم کہتے ہو کہ ہم اس انعام پر راضی نہیں۔ اب اس نعمت کے اوپر میں اس کے سوا اور کیا کہہ سکتا ہوں کہ لَئِنْ کَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ اسی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ وَمَنْ کَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ یعنی انتخاب کے وقت تو ہم نے امت کو اختیار دیا ہے مگر چونکہ اس انتخاب میں ہم امت کی راہبری کرتے ہیں اور چونکہ ہم اس شخص کو اپنا بنا لیتے ہیں اس کے بعد امت کا اختیار نہیں ہوتا اور جو شخص پھر بھی اختیار چلانا چاہے تو یاد رکھے وہ خلیفہ کا مقابلہ نہیں کرتا بلکہ ہمارے انعام کی بے قدری کرتا ہے۔ پس وَ مَنْ کَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ اگر انتخاب کے وقت وہ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کی فہرست سے کاٹ کر فاسقوں کی فہرست میں لکھا جائے گا۔

(خلافت راشدہ 573-576، انوارالعلوم جلد 15 از فضل عمر فاؤنڈیشن ربوہ)

ایک دوسرے موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:

’’اب کون ہے جو مجھے خلافت سے معزول کر سکے۔ خدا نے مجھے خلیفہ بنایا ہے اور خدا تعالیٰ اپنے انتخاب میں غلطی نہیں کرتا ہے۔ اگر سب دنیا مجھے مان لے تو میرے خلاف بڑی نہیں ہوسکتی اور سب کے سب خدانخواستہ مجھے ترک کر دیں تو بھی خلافت میں فرق نہیں آسکتا۔ جیسے نبی اکیلا بھی نبی ہوتا ہے اس طرح خلیفہ اکیلا بھی خلیفہ ہوتا ہے۔ پس مبارک ہے وہ جو خدا کے فیصلہ کو قبول کرے۔ خدا تعالیٰ نے جو بوجھ مجھ پر رکھا ہے وہ بہت بڑا ہے اور اگر اسی کی مدد میرے شامل حال نہ ہو تو میں کچھ بھی نہیں کرسکتا لیکن مجھے اس پاک ذات پر یقین ہے کہ وہ ضرور میری مدد کرے گا۔‘‘

(الفضل 14 مارچ 1931ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ خلیفہ کی معزولی کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ:

’’اسلام ہمیں بتاتا ہے کہ ان تمام جہانوں کا اصل اور حقیقی مالک تو خدا تعالیٰ ہی کی ذات ہے جس نے انہیں پیدا کیا اور جس کے قبضہ اقتدار سے وہ باہر نہیں لیکن اس کی ملکیت کو اس نے ایک طور پر اور نیابت کے رنگ میں آگے بحیثیت مجموعی انسان کے سپرد کیا ہے۔ پس اسلامی لحاظ سے ملکیت دو قسم کی ہے۔ اصلی اور حقیقی ملکیت تو خدا تعالیٰ کی ہے مگر ظلی ملکیت

اور تنفیذی حکومت بطور نائب کے بنی نوع انسان کی ہے۔ پس چونکہ ملکیتیں دو قسم کی ہیں، حقیقی اور ظلی۔ اس لئے آگے نائب بنانے کے بھی دو ہی طریق ہوسکتے ہیں۔ ایک مالک کا بنایا ہوا نائب ہوگا یعنی نبی اللہ اور وہ نائب ہوگا جسے نوع انسان نے اپنا نائب بنایا ہو یعنی حاکم وقت۔ لیکن اسلام نے نیابت کی ایک تیسری صورت بھی پیش کی ہے اور وہ دونوں قسم کے مالکوں کی مشترکہ نیابت پر دلالت کرتی ہے اور اسی کو اسلامی اصطلاح میں خلیفہ کہتے ہیں۔ ایک جہت سے وہ مالک حقیقی کا بنایا ہوا نائب ہوتا ہے اور ایک جہت سے وہ ظلی مالکوں یعنی بندوں کا تسلیم کردہ حاکم ہوتا ہے۔ پس خلافت کے متعلق اسلامی نظریہ یہ ہے کہ خلیفہ بناتا تو خدا ہی ہے لیکن اس انتخاب اور تعین میں وہ امت مسلمہ کو بھی اپنے ساتھ شریک کرتا ہے۔ یعنی خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ انتخاب بالواسطہ ہوتا ہے اور یہ واسطہ وہ امت مسلمہ ہے جو مضبوطی کے ساتھ اپنے ایمانوں پر قائم اور اپنے ایمان کے مطابق اعمال صالحہ بجالانے والی ہو۔ یعنی امت مسلمہ کے دلوں پر تصرف کر کے اپنی مرضی اور منشاء کے مطابق خلیفہ کا انتخاب کرواتا ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ جب خلیفہ کا انتخاب امت مسلمہ کی رائے اور اللہ تعالیٰ کی مرضی اور منشاء کے مطابق ہو چکے تو پھر امت مسلمہ کو یہ حق نہیں رہتا کہ وہ اس خلیفہ کو اپنی مرضی سے معزول کر سکے۔ اس لئے کہ یہ ایک مذہبی انتخاب تھا جو اللہ تعالیٰ کی خاص نگرانی کے تحت کیا گیا اور اس انتخاب میں الٰہی تصرف کا ہاتھ تھا اور جسے خدا تعالیٰ نے خلیفہ بنایا ہو اسے کوئی انسان معزول نہیں کرسکتا۔ پس اللہ تعالیٰ نے خلفاء راشدین کے عزل کو خود اپنے ہاتھ میں رکھا۔ جب بھی وہ دیکھے خلیفہ بدلنے کی ضرورت ہے وہ خود اسے وفات دے دے گا اور اپنی مرضی اور تصرف کے مطابق امت مسلمہ کے ذریعہ نئے خلیفہ کا انتخاب کروادے گا۔ پس روحانی خلفاء بندوں کے ہاتھوں معزول نہیں ہوسکتے اور جو ایسا سمجھے اس کے اندر نفاق اور بے حیائی کا مادہ ہے۔۔۔۔

ایک خلیفہ کی زندگی میں نئی خلافت کے متعلق سازشیں کرنا یا منصوبے باندھنا یا باتیں پھیلانا یا اس ضمن میں کسی شخص کا نام لینا خواہ وہ شخص پسندیدہ ہو یا غیر پسندیدہ اسلامی تعلیم کے حد درجہ خلاف اور انتہائی بے شرمی اور بے حیائی کی بات ہے اور پاکباز مومن اس قسم کی منافقانہ اور خبیثانہ باتوں سے ہمیشہ پرہیز کرتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ اس قسم کا وہم اور خیال بھی اس کے ذہن میں نہیں آتا اور اگر کسی منافق طبع کو اس قسم کی بات کرتے سنتے ہیں تو سختی سے ایسے شخص کی بازپرس کرتے ہیں۔‘‘

(بحوالہ ماہنامہ انصاراللہ ربوہ اپریل 1964ء صفحہ 28-29)

(آخری قسط آئندہ بروز ہفتہ ان شاءاللہ)

نیاز احمد نائک۔ استاد جامعہ احمدیہ قادیان

اپنے جائزے لیں

از ارشادات خطبات مسرور جلد 7

قسط 6

ہر ایک مومن رات کو جائزہ لے کہ کون کون سی نیکیاں اور برائیاں اس نے کی ہیں

• اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آنے اور اس کا رحم اور بخشش مانگنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ فضل فرمائے گا تو پھر ایمان میں یہ ترقی ہوتی ہے جو کافی ہوتی ہے اور عبادات اور نیک اعمال کی طرف پھر توجہ پیدا ہوگی۔ ورنہ اگر یہ خیال ہو کہ صرف آیات پڑھ لینا کافی ہے تو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمانے کے بعد کہ کسی نفس پر اس کی طاقت سے بڑھ کر بوجھ نہیں ڈالا جاتا پھر یہ کیوں کہا کہ لَهَا مَاكَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَااكْتَسَبَتْ۔ یعنی انسان اگر اچھا کام کرے گا تو اس کا فائدہ اٹھائے گا اور اگر برا کام کرے گا تو نقصان اٹھائے گا۔ صرف آیت کے یا ان آیات کے الفاظ دوہرا لینے سے تو مقصد پورا نہیں ہوتا بلکہ یہاں توجہ اس طرف کروائی کہ اپنی عبادتوں اور اپنے اعمال پر ہر وقت نظر رکھنی پڑے گی اور جب یہ توجہ ہوگی تو اللہ تعالیٰ کے پیار کی نظر بھی اپنے بندے پر پڑے گی۔ اللہ تعالیٰ کے بندے کی ایمان میں ترقی اسے اللہ تعالیٰ کے قریب کر رہی ہوگی اور اس کی بخشش کا سامان کرے گی نہ کہ پھر جس طرح عیسائی کہتے ہیں اس کو کسی کفارے کی ضرورت ہوگی۔ پس روزانہ پھر جس طرح یہ آیت پڑھنے سے نیکیوں کے کمانے کی طرف توجہ رہے گی۔ ایک مومن رات کو جائزہ لے گا کہ کون کون سی نیکیاں میں نے کی ہیں اور کون کون سی برائیاں کی ہیں۔ پھر اگر نیکیوں کی زیادہ توفیق ملی ہوگی، اگر شام نے یہ گواہی دی ہوگی کہ تم نے ڈرتے ڈرتے دن بسر کیا تو شکر گزاری کے جذبے کے تحت ایک مومن پھر اللہ تعالیٰ کے حضور مزید جھکے گا اور ایک مومن کو کیونکہ نفس کے دھوکے کا بھی خیال رہتا ہے اس لئے وہ پھر خدا تعالیٰ سے یہ عرض کرتا ہے کہ اگر میرا جائزہ جو میں نے شام کو لیا ہے نفس کا دھوکہ ہے تو پھر بھی مجھ پر رحم کر اور بخش دے اور مجھے نیکیوں کی توفیق دے اور اگر کھل برائیاں سارے دن کے اعمال میں نظر آ رہی ہیں تو پھر بھی اللہ تعالیٰ کے حضور بخشش اور رحم کے لئے ایک مومن جھکتا ہے۔

(خطبات مسرور جلد 7 صفحہ 29)

اگر جائزہ لیں تو نظر آئے گا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے ہمارے سامنے اسلام کی خوبصورت تعلیم کو مزید نکھار کر، چمکا کر پیش کیا

• اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر مفتری ہونے کا نعوذ باللہ الزام لگایا جاتا ہے تو یہ دیکھنا چاہئے کہ کیا آپ نے شریعت میں بدعات پیدا کیں یا اس میں کوئی کمی بیشی کی یا اس کے برخلاف قرآن کریم کی حکومت کو اپنے اوپر لاگو کرنے کا حکم دیا۔ آپ کی تحریریں پڑھ لیں۔ ہر جگہ یہ ملے گا کہ قرآن کی حکومت قائم کرو۔ کیا نمازوں میں کوئی کمی کی یا کسی اور رکن اسلام میں کوئی کمی کی؟ یا سنت رسول اللہ ﷺ کی جو باتیں ہم تک تصدیق کے ساتھ پہنچیں، ان میں کوئی کمی یا بیشی کی؟ یا اس کے برخلاف ان تمام چیزوں کو خوبصورت رنگ میں نکھار کر ہمارے سامنے پیش کیا اور اگر جائزہ لیں تو نظر آئے گا کہ ہمارے سامنے اسلام کی خوبصورت تعلیم کو مزید نکھار کر، چمکا کر پیش کیا۔ آپؑ تو قرآن کریم کی شریعت جس کو دنیا بھول چکی تھی نئے سرے سے قائم کرنے کے لئے آئے تھے اور آنحضرت ﷺ کی پیشگوئیوں کے مطابق آئے تھے۔

(خطبات مسرور جلد 7 صفحہ 38)

جائزہ لیں کہ ہدایت کے راستے کی دعا مانگنے کے بعد ذاتی رنجشیں تو نہیں

اللہ تعالیٰ نے ہمیں اِهْدِنَا کی دعا سکھائی ہے۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کہ ہمیں صحیح رستے پر چلا۔ بے شک انسان اپنی ذاتی ترقی کے لئے بھی دعا مانگتا ہے لیکن جب ایک جماعت میں شامل ہو گئے تو ہماری سوچوں اور دعاؤں کے دھارے جماعت کو سامنے رکھ کر بھی ہونے چاہئیں۔ اس لئے جب آپ یہ دعا کر رہے ہوں گے تو ذاتی کمزوریاں دور کرنے میں بھی مدد ملے گی۔ جب یہ تصور کر کے دعا مانگی جائے گی کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ہمیں سیدھے راستے پر اور کامیابی کے راستے پر اور جلد منزلیں حاصل کرتے چلے جانے والے راستے پر چلا تو اپنا جائزہ بھی انسان لے گا کہ میں بحیثیت فرد جماعت اس میں کیا کردار ادا کر رہا ہوں۔ میں نے اپنی روحانیت کو کس حد تک بڑھانے کی کوشش کی ہے۔ حقوق العباد کی ادائیگی کی کس حد تک کوشش کی ہے جب ہم اللہ تعالیٰ سے 'ہمیں ہدایت کے راستے دکھا' کی دعا مانگتے ہیں تو پھر ذاتی رنجشیں کیسی؟ ہم نے تو مل کر ان راستوں پر چلنا ہے جہاں ذاتی فائدے بھی حاصل ہو رہے ہوں اور جماعت کی ترقی کے لئے بھی اور اس کی مضبوطی کے لئے بھی کوششیں ہو رہی ہوں۔ ہمیں اپنی روحانی حالتوں کی بہتری کے سامان کرنے کی طرف بھی توجہ پیدا ہو رہی ہو۔ اپنی علمی حالتوں کی بہتری کی طرف بھی توجہ پیدا ہو رہی ہو اور اپنی عملی حالتوں کی بہتری کی طرف بھی توجہ پیدا ہو رہی ہو۔ اور پھر اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے مطابق ترقی اور ہدایت کے راستے کھولتا چلا جاتا ہے جیسا کہ فرماتا ہے وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى (سورۃ محمد:18) یعنی اور وہ لوگ جو ہدایت پاتے ہیں اللہ ان کو ہدایت میں زیادہ کرتا جاتا ہے۔

(خطبات مسرور جلد 7 صفحہ 78)

اگر ہم جائزہ لیں تو جہاں جہاں ہماری جماعتیں پنپ رہی ہیں وہاں مخالفین بھی سرگرم ہیں

• اگر ہم جائزہ لیں تو جہاں جہاں ہماری جماعتیں پنپ رہی ہیں وہاں مخالفین بھی سرگرم ہیں۔ سیاسی فائدے بھی اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں اور مالی فائدے بھی اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں گویا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت سے ان کے لئے روٹی کے سامان بھی پیدا ہو گئے ہیں، ان کو دنیاوی فائدے پہنچنے شروع ہو گئے ہیں۔ بہرحال یہ ایک فائدہ ہے جو ہر جگہ پہنچ رہا ہوتا ہے۔ اس کا اظہار

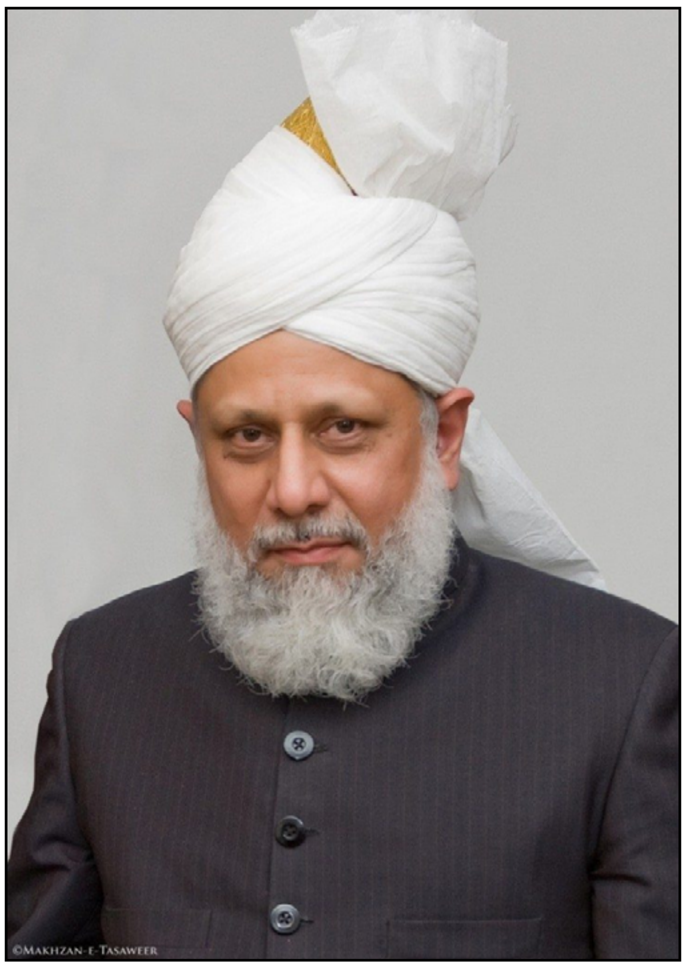

بھی بعض دفعہ بعض لوگ کر دیتے ہیں۔ بہرحال اللہ تعالیٰ تو جب انسانوں میں مُردنی کے آثار دیکھتا ہے تو آسمانی پانی اتارتا ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک جگہ فرمایا ہے کہ ''میں وہ پانی ہوں جو آسمان سے آیا وقت پر۔''

(خطبات مسرور جلد 7 صفحہ 189)

نفس کا جائزہ لینے والا ہی مزکی اور مفلح ہوتا ہے

نفس کی پاکیزگی صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں جو يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ (الانبیاء:50) یعنی جو اپنے ربّ سے غیب میں ہونے کے باوجود ڈرتے ہیں۔ پس جب یہ حالت ہوتی ہے تو ان کی نمازیں بھی اور دوسری عبادتیں بھی اور دوسرے نیک اعمال بھی دل میں خدا تعالیٰ کا خوف رکھتے ہوئے اس کی رضا کے حصول کے لئے ہوتے ہیں اور جب یہ حالت ہو، جب اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں ہو تو وہ انسان خود اپنے نفس کو پھر کبھی پاک نہیں ٹھہرا سکتا بلکہ ہر نیکی کو جو وہ بجا لاتا ہے اور ہر اس موقع کو جو نیکی بجا لانے کا اس کو میسر آتا ہے خدا تعالیٰ کے فضل پر محمول کرتا ہے۔ پس جو اس حالت میں اپنے نفس کا جائزہ لیتے ہوئے اُسے پاک کرنے کی کوشش کرے اور پاک کرنے کی کوشش کرتے ہوئے تقویٰ پر چلتا ہے وہی اللہ تعالیٰ کی نظر میں مُزکّی ہے اور فلاح پایا ہوا ہے۔ اگر نیکیوں کو اپنی کسی خوبی کی طرف منسوب کرے گا تو وہ تزکیہ نفس نہیں ہے۔ پس ایک مومن ہر وقت اللہ تعالیٰ کا خوف لئے ہوئے ان نیکیوں کی تلاش میں رہتا ہے تا کہ انہیں کر کے، انہیں بجا لا کر، اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم ان گناہوں سے بچنے کی کوشش کرو گے تو خدا تعالیٰ خود تمہاری بدیاں دور کر دے گا اور تمہیں عزت والے مقام میں داخل کرے گا۔ جیسا کہ فرماتا ہے اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا (النساء:32) اگر تم بڑے گناہوں سے بچتے رہو جن سے تمہیں روکا گیا ہے تو ہم تمہارے سے تمہاری بدیاں دُور کر دیں گے اور نہ صرف بدیاں دُور کر دیں گے بلکہ تمہیں عزت کے مقام میں داخل کریں گے۔

(خطبات مسرور جلد 7 صفحہ 237)

جائزہ لیں کہ کس حد تک پاک تبدیلیاں کیں ہیں

• روایت میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص

سورۃ البقرہ کی دس آیات پڑھ کر سوئے صبح تک اس کے گھر میں شیطان نہیں آتا۔ (سنن الدارمی کتاب فضائل القرآن باب فضل اول سورۃ البقرہ وآیۃ الکرسی حدیث نمبر 3383) آنحضرت ﷺ کا یہ فرمانا صرف اسی حد تک نہیں ہے کہ پڑھ لی اور سو گئے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس آیت کو اور ان آیات کو غور سے پڑھا جائے۔ ان پر غور کیا جائے۔ ان کے معانی پر غور کیا جائے۔ پھر انسان اپنا جائزہ لے اور دیکھے کہ کس حد تک ان پر عمل کرتا ہے، کس حد تک اس میں پاک تبدیلیاں ہیں اور جائزہ لینے کے بعد جو بھی صورت حال سامنے آئے، یہ عہد کرے کہ آئندہ سے یہ پاک تبدیلیاں میں اپنے اندر پیدا کروں گا۔ پھر یہ چیز ہے جو شیطان سے دُور کرتی ہے۔

(خطبات مسرور جلد 7 صفحہ 254)

اپنے نفس کا جائزہ حضرت مسیح موعودؑ کے اس فقرہ کی روشنی میں لیں کہ ’’وہی خدا ہے جس کی پرستش میں ادنیٰ کو شریک کرنا ظلم ہے‘‘

• پس ایک مومن کے دل میں خوف خدا پیدا ہوتا ہے جب وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس فقرے کو سامنے رکھتے ہوئے کہ ’’وہی خدا ہے جس کی پرستش میں ادنیٰ کو شریک کرنا ظلم ہے‘‘، اپنے نفس کا جائزہ لیتا ہے۔ کئی باتیں ہمارے سامنے آتی ہیں، ہمارے سے روزانہ ہو جاتی ہیں جس میں ہم لاشعوری طور پر بہت سی چیزوں کو خدا تعالیٰ کا شریک بنا کر اپنے آپ پر ظلم کر رہے ہوتے ہیں۔ بھول جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارا ربّ ہے اور اس کی ربوبیت زمین و آسمان پر پھیلی ہوئی ہے۔ اللہ ہماری ایسی حالتوں کو اپنی مغفرت اور رحم کی صفات سے ڈھانپ لے۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنۡتَ سُبۡحٰنَکَ ٭ۖ اِنِّیۡ کُنۡتُ مِنَ الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۸۸﴾ (الانبیاء:88) کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے، میں یقیناً ظالموں میں سے ہوں۔ پس اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ کی طرف جانے کے لئے یا صحیح راہنمائی حاصل کرنے کے لئے لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنۡتَ سُبۡحٰنَکَ ٭ۖ اِنِّیۡ کُنۡتُ مِنَ الظّٰلِمِیۡنَ کی دعا بھی بڑی اہم دعا ہے جو پڑھتے رہنا چاہئے۔

(خطبات مسرور جلد 7 صفحہ 257)

حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی کے جائزے سے آپ کی زندگی میں آنحضرتؐ کی جھلکیاں نظر آتی ہیں

• آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق ہی اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے مطابق مسلمانوں کی روحانی حالت میں بے انتہا زوال آیا اور اس روحانی زوال سے بعض جگہ مسلمانوں کی دنیاوی حکومتیں بھی متاثر ہوئیں اور ہاتھ سے جاتی رہیں۔ لیکن جیسا کہ خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے، اسلام ہی وہ دین ہے جو کامل ہے اور تمام انسانیت کے لئے ہے۔ اس لئے اس حالت نے جو اس وقت تھی پھر سنبھالا لینا تھا اور یہ سنبھالا آنحضرت ﷺ کے غلام صادق اور مسیح و مہدی کے ذریعہ سے ہونا تھا تاکہ اسلام ایک نئی شان سے تمام دنیا کے ادیان پر غالب آئے اور دنیا کے وہ کنارے جہاں اسلام کا پیغام نہیں پہنچا تھا وہاں بھی حقیقی اسلام کا پیغام پہنچے۔

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے اس مشن کو پورا کرنے کے لئے اور اپنے آخری دین کی تکمیل اشاعت کے لئے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کو مسیح و مہدی اور آنحضرت ﷺ کی کامل پیروی اور اتباع میں غیر شرعی نبی کا اعزاز دے کر دنیا میں بھیجا۔ آپؑ کی ابتدائی زندگی کا ہم جائزہ لیں تو ہمیں آپؑ کی زندگی میں بھی اپنے آقا و مطاع کی زندگی کے ابتدائی دور کی جھلکیاں نظر آتی ہیں اور اس کے بعد بھی ہر لمحہ یہی جھلکیاں نظر آتی ہیں۔ دنیا سے آپؑ کو کوئی سروکار نہیں تھا۔ اگر کوئی خواہش اور آرزو اور عمل تھا تو یہ کہ خدائے واحد کی عبادت میں مشغول رہوں۔ اپنے آقا و مطاع حضرت محمد مصطفی ﷺ کے عشق و محبت میں مخمور رہتے ہوئے آپ پر درود و سلام بھیجتا رہوں اور اس عبادت اور آنحضرت ﷺ سے عشق کا نتیجہ تھا کہ آپ کو مسلمانوں کی دینی اور دنیاوی حالت زار بے چین کر دیتی تھی جس کے لئے آپؑ اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو دنیا میں قائم کرنے کا جوش اور آنحضرت ﷺ کے ساتھ یہ عشق و محبت ہی تھا جس کی وجہ سے آپ اسلام کے دفاع کے لئے جہاں قرآن کریم کا گہرا مطالعہ فرماتے تھے وہاں دوسرے مذاہب کی کتب کا بھی مطالعہ کر کے قرآن کریم کی برتری ثابت کرنے کی کوشش میں لگے رہتے تھے اور جہاں بھی آپؑ کو موقع ملتا تھا اسلام کی برتری ثابت کرنے کی کوشش میں لگے رہتے تھے۔ اور کوئی نام و نمود اور دنیا دکھاوا آپؑ کی جوانی کے دور میں بھی ہمیں نظر نہیں آتا۔ اس کے غیر بھی گواہ ہیں اور اپنے بھی گواہ ہیں۔

(خطبات مسرور جلد 7 صفحہ 265)

جماعت احمدیہ کے کام کے جائزے پر قبول احمدیت کی توفیق پائی

• آئیوری کوسٹ سے ایک واقعہ یہ لکھتے ہیں۔ آبنگر و شہر میں مسجد کی تعمیر کے بعد لوگوں کی احمدیت کی طرف خاص توجہ ہوئی ہے۔ ایک ہفتہ قبل کالج کے پروفیسر وترا ابوبکر مشن ہاؤس آئے اور کچھ لٹریچر خرید کر لے گئے۔ مطالعہ کے بعد آئے کہ لٹریچر کے مطالعہ سے پہلے میں نے مسلسل استخارہ کیا کہ اسلام میں بہت سارے فرقے ہیں۔ خدا سے سیدھی راہ کی راہنمائی کے لئے دعا کی تو مجھے خواب میں جماعت احمدیہ کے بارے میں بتایا گیا کہ اس جماعت کو دیکھو۔ مَیں نے آپ لوگوں کے کام کا جائزہ لیا ہے۔ مطالعہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے میری راہنمائی فرمائی ہے اور پھر انہوں نے احمدیت قبول کر لی۔

(خطبات مسرور جلد 7 صفحہ 272)

اپنے دل کے جائزے کی ضرورت ہے کہ اصل روح پیدا ہو رہی ہے کہ نہیں

• گزشتہ دنوں مجلس خدام الاحمدیہ UK کی عاملہ اور ان کے قائدین کے ساتھ ایک میری میٹنگ تھی کسی بات پر میں نے انہیں کہہ دیا کہ تم لوگ میری باتوں پر عمل نہیں کرتے۔ اس کے بعد صدر صاحب خدام الاحمدیہ میرے پاس آئے، جذبات سے بڑے مغلوب تھے، تحریری طور پر بھی معذرت کی کہ آئندہ ہم ہر بات پر مکمل عمل کرنے کی کوشش کریں گے اور اسی طرح عاملہ کے اراکین جو تھے انہوں نے بھی معذرت کے خط لکھے۔ تو یہ تعلق ہے خلیفہ اور جماعت کا۔ اس کو دیکھ کر دل اللہ تعالیٰ کی حمد اور شکر سے بھر جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس مادی دور میں، اس مادی ملک میں، وہ لوگ جو دنیاوی تعلیم سے آراستہ ہیں اور دنیاوی کاموں میں مصروف ہیں لیکن دین کے لئے اور خلافت سے تعلق کے لئے مکمل اخلاص و وفا دکھانے والے ہیں۔ اور یہ سب اس لئے ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خدا تعالیٰ سے تعلق کے طریق ہمیں سکھائے۔ ہماری عبادتیں بھی خالص اللہ تعالیٰ کے لئے ہوتی ہیں اور ہونی چاہئیں۔ جو ہمیں ہماری ذمہ داریوں کی طرف بھی توجہ دلاتی ہیں اور حقوق العباد کی ادائیگی کی طرف بھی توجہ دلاتی ہیں۔ لیکن دوسرے مسلمان اس سے محروم ہیں۔ گزشتہ دنوں ایک غیر از جماعت دوست ملنے کے لئے آئے۔ بڑے پڑھے لکھے طبقہ کے ہیں اور میڈیا میں بھی معروف مقام رکھتے ہیں۔ کہنے لگے کہ کیا وجہ ہے کہ پاکستان میں خاص طور پر مساجد آج کل اس طرح آباد ہیں جو گزشتہ 62 سال میں دیکھنے میں نہیں آئیں۔ حج پر جانے والے ہمیں اتنی تعداد میں نظر آتے ہیں جو پہلے کبھی دیکھنے میں نہیں آتے۔ پھر اور کئی نیکیاں انہوں نے گنوائیں۔ پھر کہنے لگے کہ کیا وجہ ہے کہ اس کے باوجود وہ اثرات اور وہ نتائج نظر نہیں آتے جو ہونے چاہئیں۔ پھر خود ہی انہوں نے کہا کہ مسجد کے باہر کے معاملات اصل میں صاف نہیں ہیں اور یہ اس لئے کہ دل صاف نہیں ہیں۔ مسجد سے باہر نکلتے ہی معاملات میں ایک قسم کی کدورت پیدا ہونی شروع ہو جاتی ہے۔ مَیں نے انہیں کہا کہ ایک بات تو یہ ہمیں یاد رکھنی چاہئے کہ ہماری عبادتیں، ہماری نمازیں، ہماری دوسری نیکیاں تبھی فائدہ مند ہوسکتی ہیں جب ہمارے جائزے بھی ہوں اپنے خود کے۔ اس بات پر خوش ہو جانا کہ ہم عبادت کر رہے ہیں یا ہم اپنے آپ پر اسلامی رنگ کا اظہار کر رہے ہیں۔ ہمارے حلیے سے ہماری حالتوں سے اسلامی رنگ کا اظہار ہوتا ہے تو یہ تو کوئی نیکی نہیں ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک فقرہ مجھے یاد آیا مَیں نے انہیں بتایا کہ یہ لوگوں کا کام بے شک ہے کہ تمہارے اعمال کو وہ دیکھیں۔ لیکن تمہارا یہ کام ہے کہ ہمیشہ اپنے دل کا مطالعہ کرو۔ پس اگر لوگ یہ کہتے ہیں کہ بڑا نمازی ہے بڑا روزہ دار ہے، بڑا حاجی ہے، اس سے نیکیاں پیدا نہیں ہو جاتیں ان چیزوں سے۔ نیکی کی اصل روح تب پیدا ہوتی ہے جب یہ احساس ہو کہ کیا یہ سب کام میں نے خدا کی خاطر کئے ہیں؟ اور اس کے لئے اپنے دل کے جائزہ کی ضرورت ہے اور جب یہ جائزے ہوں گے تو ان نیکیوں کے حقیقی اثرات جو ہیں وہ ظاہر ہو رہے ہوں گے۔

(خطبات مسرور جلد 7 صفحہ 290)

اپنی نیتوں کو بھی صحیح نہج پر رکھنا ہو گا اپنے نفس کا جائزہ بھی لیتے رہنا ہو گا

• قرآن کریم کا ایک دعویٰ یہ ہے کہ اس میں سب کچھ موجود ہے۔ بنیادی اخلاق ہیں اور اس اخلاقی تعلیم سے لے کر اعلیٰ ترین علوم تک اس کتاب مکنون میں ہر بات چھپی ہوئی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ سورۃ یونس میں فرماتا ہے کہ وَمَا تَکُوۡنُ فِیۡ شَاۡنٍ وَّمَا تَتۡلُوۡا مِنۡہُ مِنۡ قُرۡاٰنٍ وَّلَا تَعۡمَلُوۡنَ مِنۡ عَمَلٍ اِلَّا کُنَّا عَلَیۡکُمۡ شُہُوۡدًا اِذۡ تُفِیۡضُوۡنَ فِیۡہِ ؕ وَمَا یَعۡزُبُ عَنۡ رَّبِّکَ مِنۡ مِّثۡقَالِ ذَرَّۃٍ فِی الۡاَرۡضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَلَاۤ اَصۡغَرَ مِنۡ ذٰلِکَ وَلَاۤ اَکۡبَرَ اِلَّا فِیۡ کِتٰبٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۶۲﴾ (یونس:62) اور تو کبھی کسی خاص کیفیت میں نہیں ہوتا اور اس کیفیت میں قرآن کی تلاوت نہیں کرتا۔ اسی طرح تم اے مومنو! کوئی اچھا عمل نہیں کرتے مگر ہم تم پر گواہ ہوتے ہیں جب تم اس میں مستغرق ہوتے ہو اور تیرے ربّ سے ایک ذرہ برابر بھی کوئی چیز چھپی نہیں رہتی۔ نہ زمین میں اور نہ آسمان میں اور نہ ہی اس سے چھوٹی اور نہ کوئی بڑی

چیز ہے مگر کھلی کتاب میں تحریر ہے۔

یہ آیت اللہ تعالیٰ کی شان کا اظہار ہے۔ ہر چیز پر اللہ تعالیٰ کی نظر کا اظہار ہے۔ غائب اور حاضر اور دور اور نزدیک اور چھوٹی اور بڑی ہر چیز اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔ پس یہ اعلان ہے مؤمن کے لئے اور غیر مؤمن کے لئے بھی، مسلمان کے لئے بھی اور کافر کے لئے بھی کہ یہ عظیم کتاب کامل علم رکھنے والے خدا کی طرف سے اتاری گئی ہے اور اس میں تمام قسم کے علوم، واقعات، انذاری خبریں اور اس کے ماننے والوں کی ذمہ داریوں کے بارہ میں بھی بتادیا گیا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی خاص کتاب ہے اسی لئے اس کتاب کے نازل ہونے کے بعد اس کو اللہ تعالیٰ نے محفوظ بھی رکھا ہوا ہے اور اس کے نازل ہونے کے بعد نہ اس کا انکار کرنے والے کے لئے راہ فرار ہے اور نہ ہی اس کو ماننے کا دعویٰ کر کے عمل نہ کرنے والوں کے لئے کوئی عذر رہ جاتا ہے۔ پس ماننے والوں کو بھی ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ جب صداقت کا اقرار کیا ہے تو اپنے قبلے بھی درست رکھنے ہوں گے۔ اپنی نیتوں کو بھی صحیح نہج پر رکھنا ہوگا۔ اپنے نفس کا جائزہ بھی لیتے رہنا ہوگا صرف یہ کہنا کہ ہم قرآن کریم کو پڑھتے ہیں اور یہ کافی ہے۔ یہ کافی نہیں ہے صرف یہ کہنا کہ ہم اس کے ذریعہ سے دنیا کو اپنی طرف بلاتے ہیں تو یہ کافی نہیں ہے۔ بلکہ یہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ اس کے پڑھنے سے ہمارے اندر کیا تبدیلیاں ہو رہی ہیں۔ یہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ ان تبدیلیوں کی وجہ سے دوسرے ہم سے کیا اثر لے رہے ہیں۔ اُن میں کیا تبدیلیاں پیدا ہو رہی ہیں۔ اُن کا اسلام کی طرف کیسا رجحان ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی کا رشتہ دار نہیں ہے۔ جب اس نے ہر بات کھول کر قرآن کریم میں بیان کر دی۔ جب اس نے اپنے وعدے کے مطابق زمانے کا معلم بھیج دیا تو پھر اس بات پر ماننے والوں کو جوابدہ ہونا ہوگا کہ اگر تم نے اپنے اوپر اس تعلیم کو لاگو کرنے کی کوشش نہیں کی تو کیوں نہیں کی؟ اور منکرین کو بھی جواب دینا ہوگا۔ ان کی بھی جواب طلبی ہوگی کہ جب اتنی واضح تعلیم اور نشانات آ گئے تو تم نے امام کو کیوں قبول نہیں کیا۔ اور جہاں تک منکرین کا تعلق ہے ان کا معاملہ تو خدا تعالیٰ کے پاس ہے۔ (وہی جانتا ہے کہ ان سے) وہ کیا سلوک کرتا ہے۔ لیکن ہمیں اپنا معاملہ صاف رکھتے ہوئے اس کتاب کی تلاوت اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے۔

(خطبات مسرور جلد 7 صفحہ 435)

جائزہ لے کر دیکھ لیں کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں کسی بھی قسم کی قربانی پیش کرنے والے کسی احمدی کے ہاتھ میں مخالفین نے اپنی خواہش کے مطابق کبھی کشکول نہیں پکڑا یا نہ پکڑا سکے

• ماموریں کو اور ان کی جماعتوں کو جو مشکلات آتی ہیں اس بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: ''کوئی مامور نہیں آتا جس پر ابتلا نہ آئے ہوں۔ مسیح علیہ الصلوۃ والسلام کو قید کیا گیا اور کیا کیا اذیت دی گئی۔ موسیٰ کے ساتھ کیا سلوک ہوا؟ آنحضرت ﷺ کا محاصرہ کیا گیا۔ مگر بات یہ ہے کہ عاقبت بخیر ہوتی ہے۔ (یعنی ساری تکلیفوں کا جو انجام ہے وہ بہتر ہوتا ہے)۔ اگر خدا کی سنت یہ ہوتی کہ ماموریں کی زندگی ایک تنعم اور آرام کی ہو اور اس کی جماعت پلاؤ زردے وغیرہ کھاتی رہے تو پھر اور دنیاداروں میں اور ان میں کیا فرق ہوتا۔'' (اگر آرام اور صرف نعمتوں والی آسائش والی زندگی ہوتی اور کوئی تکلیفیں نہ برداشت کرنی ہوتیں تو فرمایا کہ پھر دنیادار میں اور الٰہی جماعت میں فرق کیا رہ گیا)۔ فرماتے ہیں: ''پلاؤ زردے کھا کر حمد ﷲ و شکر ﷲ کہنا آسان ہے۔'' اگر آسانیاں ہی آسانیاں ہوں۔ کھانے پینے کو ملتا جائے تو اللہ تعالیٰ کا شکر کرنا بڑا آسان ہے'' اور ہر ایک بے تکلف کہہ سکتا ہے لیکن بات یہ ہے جب مصیبت میں بھی وہ اسی دل سے کہے۔'' (اصل بات یہ ہے کہ جب مشکلات آتی ہیں تب بھی اللہ تعالیٰ کی حمد اور شکر جو ہے وہ اسی دل اور شوق اور جذبے سے ہونا چاہئے جیسا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے ملنے پر ہوتا ہے۔) فرمایا ''ماموریں اور ان کی جماعت کو زلزلے آتے ہیں۔ ہلاکت کا خوف ہوتا ہے طرح طرح کے خطرات پیش آتے ہیں كُذِّبُوْا کے یہی معنے ہیں۔ دوسرے ان واقعات سے یہ فائدہ ہے کہ کچوں اور پکوں کا امتحان ہو جاتا ہے۔ کیونکہ جو کچے ہوتے ہیں ان کا قدم صرف آسودگی تک ہی ہوتا ہے۔ جب مصائب آئیں تو وہ الگ ہو جاتے ہیں۔'' (یہ کمزور ایمان والے ہیں اور پکے میں امتحان ہے۔ جب مشکلیں آتی ہیں تو پھر ان کے قدم رک جاتے ہیں۔ لیکن جو مضبوط ایمان والے ہوتے ہیں وہ مشکلوں میں بھی آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں۔) فرمایا کہ ''میرے ساتھ یہی سنت اللہ ہے کہ جب تک ابتلا نہ ہو تو کوئی نشان ظاہر نہیں ہوتا۔ خدا کا اپنے بندوں سے بڑا پیار یہی ہے کہ ان کو ابتلا میں ڈالے۔ جیسے کہ وہ فرماتا ہے وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَاۤ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْۤا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۔ یعنی ہر ایک قسم کی مصیبت اور دکھ میں ان کا رجوع خدا تعالیٰ ہی کی طرف ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ کے انعامات انہی کو ملتے ہیں جو استقامت اختیار کرتے ہیں۔ خوشی کے ایام اگرچہ دیکھنے کو لذیذ ہوتے ہیں مگر انجام کچھ نہیں ہوتا۔ رنگ رلیوں میں رہنے سے آخر خدا کا رشتہ ٹوٹ جاتا ہے۔'' (زیادہ آسائشوں میں اور رنگ رلیوں میں رہو تو اللہ تعالیٰ سے رشتہ ختم ہو جاتا ہے)۔ ''خدا کی محبت یہی ہے کہ ابتلا میں ڈالتا ہے اور اس سے اپنے بندے کی عظمت کو ظاہر کرتا ہے۔'' (اس ابتلا سے بندے کی جو عظمت ہے، بڑائی ہے، اس کے ایمان کی مضبوطی ہے وہ ظاہر ہوتی ہے)۔ ''مثلاً کسریٰ اگر آنحضرت ﷺ کی گرفتاری کا حکم نہ دیتا تو یہ معجزہ کہ وہ اسی رات مارا گیا کیسے ظاہر ہوتا اور اگر مکّہ والے لوگ آپ کو نہ نکالتے تو فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا (الفتح:2) کی آواز کیسے سنائی دیتی۔ ہر ایک معجزہ ابتلاء سے وابستہ ہے۔ غفلت اور عیاشی کی زندگی کو خدا سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ کامیابی پر کامیابی ہو تو تضرّع اور ابتہال کا رشتہ تو بالکل رہتا ہی نہیں ہے حالانکہ خدا تعالیٰ اسی کو پسند کرتا ہے۔ اس لئے ضرور ہے کہ دردناک حالتیں پیدا ہوں۔''

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 586-587 جدید ایڈیشن مطبوعہ ربوہ)

پس اللہ تعالیٰ نے جب یہ فرمایا کہ وہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی خاطر اپنی جانیں دیتے ہیں ہمیشہ کی زندگی پاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کو خوشخبریاں دیتا ہے۔

• جو آیتیں میں نے تلاوت کی ہیں ان میں سے آخری آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کا پھر اعادہ فرمایا۔ پھر اسی بات کو دوہرایا ہے کہ یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی برکتیں اور رحمتیں ہیں اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی برکتوں اور رحمتوں کے وارث بن جائیں وہی لوگ حقیقی ہدایت یافتہ ہیں۔ کیونکہ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ اس لئے برکتیں اور مغفرت ترجمہ ہوگا۔ یعنی صبر اور دعا کا مظاہرہ کرنے والے اللہ تعالیٰ کی برکتوں اور مغفرتوں کے ایسے نظارے دیکھیں گے جو اُن کے روحانی مدارج بلند کرنے والے ہوں گے۔ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ کہ اللہ تعالیٰ کوئی دعائیں نہیں دے رہا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مومنوں کو مغفرت اور رحمتیں پہنچ رہی ہیں۔ اور جب رحمتیں اور برکتیں پہنچ رہی ہوں تو ایسے لوگوں کے روحانی مدارج جو ہیں بلند ہوتے چلے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت بھی ان کے شامل حال رہے گی۔ ایسے لوگوں کے دنیاوی نقصانات بھی خدا تعالیٰ پورے فرما دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی خاطر ہر قربانی کے لئے تیار ہوتے ہیں۔ جائزہ لے کر دیکھ لیں کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں کسی بھی قسم کی قربانی پیش کرنے والے کسی احمدی کے ہاتھ میں مخالفین نے اپنی خواہش کے مطابق کبھی کشکول نہیں پکڑا یا نہ پکڑا سکے۔ بلکہ کشکول انہی کے ہاتھ میں ہے جنہوں نے احمدیوں کو تکلیفیں پہنچائی ہیں اور آئین اور قانون کی اغراض کی خاطر احمدیوں کو غیر مسلم قرار دیا ہے۔ پس اگر اللہ تعالیٰ کی اس واضح تائید کے بعد بھی ان لوگوں کو سمجھ نہیں آتی اور یا سمجھنا نہیں چاہتے تو پھر کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔ ہم تو دعا کر سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو عقل اور سمجھ عطا فرمائے۔

(خطبات مسرور جلد 7 صفحہ 471)

• اگر انسان اپنا جائزہ لے تو خوف سے کانپ جاتا ہے اولیاء اللہ کے بارہ میں احادیث میں مزید وضاحت بھی ملتی ہے کہ کون لوگ اللہ تعالیٰ کے ولی ہونے کے حقدار ہوتے ہیں اور کس طرح یہ مقام حاصل کیا جا سکتا ہے۔ مسند احمد بن حنبل میں ایک حدیث ہے۔ حضرت عمرو بن الجموح بیان کرتے ہیں کہ حضرت نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بندہ اس وقت تک ایمان خالص کا حقدار نہیں ہو سکتا جب تک وہ اللہ تعالیٰ ہی کے لئے کسی سے محبت نہ کرے اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے کسی سے بغض نہ رکھے۔ جب تک وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے کسی سے محبت کرتا ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے کسی سے بغض رکھتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی دوستی کا حقدار ہو جاتا ہے۔ اور فرمایا اور میرے بندوں میں سے میرے اولیاء اور میری مخلوق میں سے میرے محبوب ترین وہ ہیں جو مجھے یاد رکھتے ہیں اور مَیں انہیں یاد رکھتا ہوں۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 5 حدیث عمرو بن الجموح صفحہ 353-354 حدیث 15634 عالم الکتب بیروت 1998ء)

• پس اس حدیث میں خالص ایمان کی یہ نشانی بتائی گئی ہے کہ ان کا ہر عمل حتیٰ کہ آپس کی محبت اور نفرت جو ہے وہ بھی خدا تعالیٰ کی رضا کے لئے ہوتی ہے۔ ذاتی عناد اور ذاتی دشمنیاں نہیں ہوتیں۔ اگر انسان اپنا جائزہ لے تو خوف سے کانپ جاتا ہے کہ ایک طرف تو ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے ہیں۔ دوسری طرف بہت سارے ایسے ہیں جن کے دلوں میں ذاتی عناد اور ذاتی بغض بھرے ہوتے ہیں، کینے بھرے ہوتے ہیں۔ ایک دفعہ کسی کی غلطیاں دیکھتے ہیں تو معاف نہیں کرنا چاہتے۔ اور جب کسی کو اللہ تعالیٰ کی رضا اس وجہ سے مل جائے کہ ہر فعل اس کا اللہ تعالیٰ کی خاطر ہوتا ہے تو پھر وہ اللہ تعالیٰ کا دوست بن جاتا ہے۔

(خطبات مسرور جلد 7 صفحہ 532)

(باقی آئندہ بروز ہفتہ ان شاء اللہ)

محمد انور شہزاد

دلچسپ و مفید واقعات و حکایات

بیان فرمودہ

حضرت مصلح موعودؓ

قسط 1

ایک نئے سلسلے کا آغاز

رائے کی اہمیت

جب ایران پر حملہ کیا گیا تھا تو دشمن نے ایک پُل کو توڑ دیا اور بہت سے مسلمان مارے گئے تھے۔سعد ابن ابی وقاصؓ نے لکھا کہ مسلمان تباہ ہو جائیں گے اگر جلد فوج نہ آئے گی تو عرب میں دشمن گُھس آئیں گے۔ حضرت عمرؓ نے رائے طلب کی تو سب نے کہا خلیفہ کو خود جانا چاہئے۔حضرت علیؓ خاموش رہے۔حضرت عمرؓ کو اُن کی خاموشی پر خیال آیا اور پوچھا آپ کیوں چُپ ہیں کیا آپ اس رائے کے خلاف ہیں؟ انہوں نے کہاہاں میں خلاف ہوں۔ پوچھا کیوں؟ تو کہا اس لئے کہ خلیفہ کو جنگ میں شامل نہیں ہونا چاہئے۔ اس کا کام یہ ہے کہ لڑنے والوں کو مدد دے۔ جو قوم ساری طاقت خرچ کر دے اور جسے مدد دینے کے لئے کوئی نہ رہے وہ تباہ ہو جاتی ہے۔ اگر آپ کے جانے پر بھی شکست ہوگئی تو پھر مسلمان کہیں نہ ٹھہر سکیں گے اور عرب پر دشمنوں کا قبضہ ہو جاوے گا۔ اِس پر حضرت عمرؓ نہ گئے اور انہی کی بات مانی گئی۔

تو مشورہ کی غرض ووٹ لینے نہیں بلکہ مفید تجاویز معلوم کرنا ہے پھر چاہے تھوڑے لوگوں کی اور چاہے ایک ہی کی بات مانی جائے۔

(خطابات شوریٰ جلد 1صفحہ 12-13)

کئی دفعہ بعض باتیں مشورہ سے ایسی معلوم ہو جاتی ہیں جو انسان کے ذہن میں نہیں ہوتیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم بھی مشورہ کیا کرتے تھے۔

چنانچہ جنگِ احزاب کے موقع پر جب تمام کفّار مل کر مدینہ پر چڑھ آئے اور یہود بھی کفار کے ساتھ مل گئے تو حضور ﷺ نے اپنے اصحاب سے مشورہ طلب کیا۔حضرت سلمانؓ نے ایک مشورہ دیا کہ مدینہ کے اِرد گِرد خندق کھود دی جائے کیونکہ ایران میں یہی طریق رائج ہے اِس سے ایک وقت تک دشمن اپنے حملے میں ناکام رہتا ہے۔

یہ رائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند آئی اِس کے مطابق عمل کیا گیا اور اس سے مسلمانوں کو بہت فائدہ پہنچا۔ اس مجلس میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی موجود تھے حضرت سلمانؓ کا ان سے رُتبہ اور درجہ کم تھا مگر ایک بات میں وہ اُن سے بڑھا ہوا تھا یعنی اس نے غیر ممالک کو دیکھا ہوا تھا اِس لئے فن کی واقفیّت تھی۔ پس جو لوگ فن سے واقف ہوں اُن کی رائے سے بہت سے کام درست ہو جاتے ہیں۔ ایسے اوقات میں اخلاص کام نہیں آتا بلکہ فن سے واقفیّت کام دیتی ہے۔

(خطابات شوریٰ جلد 1صفحہ 47-48)

پس تم لوگ اظہارِ رائے کے وقت خشیت اللہ اور خدا تعالیٰ کی رضا کو مدّنظر رکھو کیونکہ ہماری چھوٹی چھوٹی غلطیاں بھی دین کے حق میں بڑی خطرناک ثابت ہوسکتی ہیں اور ہمارے قدم کی ذرا سی لغزش اس قدر نقصان پہنچا سکتی ہے جو صدیوں میں بھی دور نہ ہو سکے۔

امام ابوحنیفہؒ کے متعلق آتا ہے کہ ایک دفعہ بارش ہو رہی تھی۔ ایک بچہ دَوڑتا پھرتا تھا۔ اُنہوں نے اس بچہ سے کہا بچے! سنبھل کر چلو، گر نہ جانا۔معلوم ہوتا ہے وہ بڑا ہوشیار اور ذکی لڑکا تھا۔ اُس نے کہا اگر میں گرا تو اپنے کپڑے جھاڑ کر پھر کھڑا ہو جاؤں گا۔آپ سنبھل کر چلئے کیونکہ اگر آپ گر گئے تو بہت سے لوگ تباہ ہو جائیں گے۔ امام ابوحنیفہؒ کہتے ہیں مجھ پر کبھی کسی نصیحت کا اتنا اثر نہیں ہوا جتنا اس لڑکے کے یہ کہنے سے ہوا۔ میں نے سمجھا کہ جو لوگ مجھ پر اعتقاد رکھتے ہیں اگر میں ٹھوکر کھا گیا تو وہ تباہ ہو جائیں گے۔

(خطابات شوریٰ جلد 1صفحہ 120)

وقت کی اہمیت

جو قومیں کام کرنے والی ہوتی ہیں اور جنھوں نے دُنیا کو فتح کرنا ہوتا ہے، اُن کے اعمال اور عادات دوسری قوموں سے بالکل مختلف ہوتے ہیں۔ وہ اپنی ذمہ داری کو سمجھتے اور وقت کی قدر کرتے ہیں۔ مگر ہمارے ہاں عام طور پر یہی طریق ہے کہ جو وقت کسی کام کے لئے مقرر کیا جاتا ہے ہمیشہ یہ سمجھ لیا جاتا ہے کہ وہ وقت نہیں ہے۔

ہماری مثال اُس لڑکے کی سی ہے جس کے متعلق کہتے ہیں وہ جانور چرا رہا تھا کہ اسے خیال پیدا ہوا لوگوں کا تجربہ کروں۔ وہ میری آواز پر آتے ہیں یا نہیں؟ اس خیال سے اس نے کہنا شروع کیا شیر آ گیا، شیر آ گیا۔ کسی نے اِس مثال کو نظم میں لکھا ہے۔ اور پہلی جماعت کے کورس میں جو کتاب ہوتی تھی اُس میں درج تھی۔ جب اُس کی آواز پر لوگ دَوڑتے ہوئے گئے تو دیکھا وہ ہنس رہا ہے اور کوئی شیر نہیں ہے لیکن اُس سے کچھ دن بعد حقیقتاً شیر آ گیا۔ اِس پر اُس نے پھر شور مچانا شروع کیا مگر پھر کوئی نہ آیا اور شیر نے آ کر اُسے پھاڑ ڈالا۔

چونکہ ہم لوگوں کی عادت میں یہ بات داخل ہوگئی ہے کہ ہم وقت کی پابندی نہیں کرتے اِس لئے جب کہا جاتا ہے کہ فلاں وقت آنا ہے تو لوگ سمجھ لیتے ہیں کہ اُس وقت ضرور نہیں آنا۔لیکن جہاں تک میرا خیال ہے اگر ہم دُنیا میں کامیاب ہونا چاہتے ہیں تو ہمارے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وقت کی پابندی کی جائے کیونکہ وقتِ معیّن پر نہ آنا سُستی پر دلالت کرتا ہے اور کامیاب ہونے والے لوگوں میں سُستی نہیں ہونی چاہئے۔ اُمید ہے کہ دوست آئندہ ہر کام میں اِس کی احتیاط کریں گے۔

(خطابات شوریٰ جلد 1 صفحہ 123-124)

موقع شناسی

مرزا مظہر جان جاناں کے پاس ایک دفعہ بادشاہ آیا وزیر بھی ساتھ تھا۔ اُسے پیاس لگی۔ پاس جھجری اور آب خورہ رکھے تھے۔ اُس نے آب خورہ لیا اور جھجری سے پانی پی کر اس پر اُسی طرح اُلٹا کر رکھ دیا جس طرح پہلے رکھا تھا مگر کسی قدر ٹیڑھا۔مظہر جان جاناں نے کہا یہ کیسا وزیر ہے جسے آبخورہ بھی رکھنا نہیں آتا۔

یہ تو ان کی طبع کی نزاکت کا حال ہے۔ مگر بات یہ بالکل سچی ہے کہ اگر موقع اور محل کو مدّنظر نہ رکھا جائے تو اعلیٰ سے اعلیٰ بات اور چیز بھی بہت بُری بن جاتی ہے۔

(خطابات شوریٰ جلد 1صفحہ 130)

خدمت دین

مجھے بعض دفعہ ہنسی آتی ہے اور بعض دفعہ تعجب کہ بعض لوگ جو کبھی چندہ نہیں دیتے وہ کہتے ہیں کہ اتنی بڑی رقم جو جمع ہوتی ہے، جاتی کہاں ہے۔ حالانکہ خود اُنہوں نے کبھی اِس میں حصہ نہیں لیا ہوتا اور اگر لیا ہوتا ہے تو نہایت ہی قلیل۔

حضرت خلیفہ اوّلؓ ایک شخص کے متعلق سُنایا کرتے تھے کہ اس نے کہا مجھے بخاری لے دیں۔ میں نے کہا کبھی لے دونگا، اِن دنوں تو مَیں غریب ہوں۔ کہنے لگا آپ کس طرح غریب ہو سکتے ہیں۔ اِس وقت تین لاکھ کی جماعت ہے اگر ایک ایک روپیہ بھی ہر شخص حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نذر دے تو چار آنے آپ کو بھی دیتا ہوگا اور اِس طرح کئی ہزار کی آپ کو آمدنی ہے۔ اُسے میں نے جواب دیا تم ہی بتاؤ آج تک تم نے مجھے کتنی چوّنیاں دی ہیں؟

تو ایسے لوگ خیال کر لیتے ہیں کہ لوگ جو دیتے ہیں، ہمیں کیا ضرورت ہے کہ ہم بھی دیں حالانکہ جب تک ہر ایک شخص حصہ نہ لے ہم سلسلہ کے کاموں کو اُس حد تک نہیں پہنچا سکتے جو موجودہ حالت میں ضروری ہے۔

(خطابات شوریٰ جلد 1 صفحہ 180-181)

خلوص نیت

بعض لوگ بڑی بڑی قربانیاں کرتے ہیں مگر خدا تعالیٰ کے حضور قبول نہیں کی جاتیں کیونکہ انہوں نے اپنے نفس کو مارا نہیں ہوتا۔

حدیث میں آتا ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو جنگ کے موقع پر دیکھا کہ وہ ایسے ایسے خطرناک موقع پر جاتا ہے کہ سب لوگ اُس کی طرف دیکھ کر واہ واہ کہہ اُٹھتے ہیں لیکن آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے علم پا کر فرمایا کہ اگر کسی نے دوزخی کو چلتے پھرتے دیکھنا ہو تو اسے دیکھ لے۔صحابہؓ میں یہ سن کر ایک جُنبش اور حرکت پیدا ہوئی۔ وہ حیرت سے ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے کہ وہ شخص جو سب سے زیادہ جنت کا مستحق ہونا چاہئے اُس کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ وہ دوزخی ہے۔بعض کے

دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بات یونہی کہہ دی ہے اور بعض نے اس کا اظہار بھی کر دیا۔ اِس پر ایک صحابی جو بہت اخلاص رکھتے تھے اُنہوں نے کہا میں اس شخص کا پیچھا نہ چھوڑوں گا جب تک اس کا انجام نہ دیکھ لوں۔ چنانچہ وہ شخص اِسی جنگ میں زخمی ہوا اور جب اسے سخت تکلیف ہوئی تو اُس نے نیزہ گاڑ کر اُس پر اپنے آپ کو گرایا اور اس طرح خودکشی کر لی۔ اُس وقت اس نے کہا مَیں ان لوگوں سے اسلام کے لئے نہ لڑا تھا بلکہ اِن سے پرانی عداوت تھی اِس لئے لڑا تھا۔

چونکہ خودکشی کرنے والا خدا تعالیٰ پر بدظنی کرتا ہے اِس لئے خدا کی رحمت سے محروم ہو جاتا ہے۔ اِس طرح معلوم ہو گیا کہ فِی الواقعہ وہ شخص دوزخی تھا۔ اُس کا انجام دیکھ کر صحابی نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور آ کر کہا یَارَسُولَ اللّٰہ! آپ ﷺ خدا کے سچے رسول ہیں، میں نے اس شخص کا اس طرح انجام دیکھا۔ اِس پر آپ ﷺ نے فرمایا مَیں خدا کا رسول ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ خدا ایک ہے۔

اب دیکھو! ایک شخص باوجود مسلمانوں کے ساتھ مل کر دشمنوں سے لڑتا ہے اور ایسے ایسے مقام پر حملہ کرتا ہے جہاں عام مسلمان بھی نہ کرتے مگر اُس کا انجام یہ ہوتا ہے کہ دوزخ میں جاتا ہے اِس لئے کہ اس نے جان کی قربانی تو کی لیکن ’’مَیں‘‘ کی قربانی نہ کی تھی۔ اُس نے جان کی قربانی اپنی انانیّت کے لئے کی تھی۔

اِس کے مقابلہ میں ہم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیکھتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں ابوبکرؓ کو اُس چیز کی وجہ سے فضیلت حاصل ہے جو اس کے دل میں ہے اور مَیں دل میں ہی ہوتی ہے۔ مطلب یہ کہ انہوں نے اپنے نفس کو مٹا دیا اور مَیں کو مار دیا اِس لئے خدا کے حضور قبول کئے گئے۔

(خطابات شوریٰ جلد 1 صفحہ 216-217)

خدا تعالیٰ کی گرفت اور استغناء سے ڈرتے رہنا چاہئے

دنیا میں سب سے بڑی چیز انسان کے لئے انجام بخیر ہونا ہے۔ درمیانی ترقیاں اور کامیابیاں کوئی حقیقت نہیں رکھتیں۔ بسا اوقات دیکھا جاتا ہے کہ ایک انسان نیکی میں بہت ترقی کر جاتا ہے لیکن ایک وقت اُس پر ایسا آتا ہے کہ وہ نیکی سے بالکل محروم ہو جاتا ہے جس طرح کہتے ہیں بال اگر چکنائی میں سے گزار کر نکال لیا جائے تو چکنائی سے خالی نکل آتا ہے اِسی طرح وہ تقویٰ اور نیکی سے بالکل خالی ہوتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک انسان غلط راستہ پر چل رہا ہوتا ہے مگر اُس کے لئے خدا تعالیٰ ایسا وقت لے آتا ہے کہ اسے ہدایت نصیب ہو جاتی ہے۔ پس انسان کو ہر وقت اور ہر حالت میں خدا تعالیٰ کی گرفت اور اُس کے استغناء سے ڈرتے رہنا چاہئے مگر میں دیکھتا ہوں بہت لوگ جو بظاہر نیک اور متقی ہوتے ہیں اپنی نیکی کے گھمنڈ میں خدا تعالیٰ کے استغناء کو مدنظر نہیں رکھتے اِس لئے کئی دفعہ سخت ٹھوکر کھا جاتے ہیں۔ وہ غلطی میں مبتلا ہو کر اپنے آپ کو مامور سمجھنے لگ جاتے ہیں حالانکہ جتنا کوئی انسان خدا تعالیٰ کے قریب ہو اُتنی ہی زیادہ اُس میں خشیت اللہ ہونی چاہئے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسے انسان کو ہم دیکھتے ہیں ذرا بادل گرجتا یا ذرا آندھی آتی تو آپ ﷺ گھبرا جاتے۔ ایک دفعہ کسی نے آپ ﷺ سے سوال کِیا، کیا بات ہے کہ آپ ﷺ ایسے موقع پر گھبرا جاتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے خیال آتا ہے کہ کئی ایسی قومیں گزری ہیں جن پر بظاہر بادل آئے مگر وہ ان کے لئے خدا کا عذاب تھا۔ اس بات کو مدّنظر رکھتے ہوئے مَیں ڈرتا ہوں کہ اس قسم کا بادل نہ ہو۔

مگر غور کرو ہم میں سے کتنے ہیں جو اِن چھوٹی چھوٹی باتوں کو چھوڑ کر بڑی سے بڑی باتوں سے یہ سبق حاصل کرتے ہیں۔ ذرا کسی کو اپنے متعلق نیکی اور تقویٰ حاصل ہونے کا خیال ہو تو وہ سمجھنے لگتا ہے کہ مَیں مامور ہوں۔ اگر ایسے لوگ خدا تعالیٰ کی کسی نعمت کو اپنے لئے نازل ہوتا دیکھ کر سمجھتے کہ اِس کی وجہ سے اُن کی ذمہ واریاں بڑھ گئی ہیں اور وہ پہلے کی نسبت زیادہ خدا تعالیٰ کے حضور جوابدہ بنائے گئے ہیں تو وہ کبھی ٹھوکر نہ کھاتے اور نہ گمراہی کے گڑھے میں گرتے۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ کوئی صحیح راستہ پر جا رہا ہو مگر خدا تعالیٰ اُسے سیدھے رستہ سے ہٹا کر گمراہ کر دے تاوقتیکہ وہ خدا تعالیٰ کے استغناء کو بُھلا کر اپنے لئے آپ گمراہی کے سامان نہ پیدا کر لے۔

(خطابات شوریٰ جلد 1 صفحہ 264)

کرنے اور کہنے میں بڑا فرق ہے

کرنے اور کہنے میں بڑا فرق ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بلّی اور چُوہوں کی ایک مثال بیان فرمایا کرتے تھے۔ فرماتے:

چُوہوں نے ایک دفعہ بِلّی سے تنگ آ کر اُس کے مارنے کا مشورہ کیا اور تجویز یہ ہوئی کہ بہت سے چُوہے مل کر اس پر حملہ کریں کسی نے کہا میں اس کا ایک کان پکڑ لوں گا، کسی نے کہا میں اس کا دوسرا کان پکڑ لوں گا، کسی نے کہا میں اُس کی ایک ٹانگ پکڑ لوں گا، کسی نے کہا میں اُس کی دم پکڑ لوں گا اِس طرح ہر ایک نے ایک ایک حصہ جسم پکڑ لینے پر آمادگی ظاہر کی۔ یہ سب باتیں ایک بوڑھا چوہا خاموش بیٹھا سنتا رہا۔ جب سب باتیں کر چکے تو اُس نے کہا ہر ایک نے بلی کا کوئی نہ کوئی حصہ پکڑ لینے کا اقرار کیا ہے مگر یہ تو بتاؤ کہ اس کی میاؤں کون پکڑے گا۔ اتنے میں بلی آ گئی اور اُس نے میاؤں کی جسے سُن کر سب چُوہے بھاگے اور اپنے بِلوں میں جا گھسے۔

(خطابات شوریٰ جلد 1 صفحہ 246-247)

حقیقی کامیابی کا گر

مجھ سے جب کوئی کہتا ہے کہ تبلیغ میں کامیابی حاصل کرنے اور قرآن کریم کے معارف سمجھنے کے لئے کوئی نصیحت کرو تو میں اُسے یہی مشورہ دیتا ہوں کہ اپنے دماغوں اور دلوں کو بالکل خالی کر لو اور خدا تعالیٰ کے سامنے اپنے آپ کو بالکل جاہل بنا لو۔ یہی اور صرف یہی ذریعہ ہے روحانی علوم حاصل کرنے اور روحانی امور کے سمجھنے کا۔ خدا تعالیٰ کے آگے گر جاؤ وہ خود تمہیں اُٹھائے گا، اپنے آپ کو بے طاقت سمجھ لو وہ خود تمہیں طاقت عطا کرے گا۔

ایک بزرگ نے کیا ہی لطیف مثال دی ہے کہتے ہیں دیکھو جب کسی درندے کے آگے انسان لیٹ جائے تو وہ بھی اُسے زخمی نہیں کرتا۔ پھر تم خدا تعالیٰ کو کیوں ایسی ہستی نہیں یقین کرتے کہ جو اُس کے آگے گر جاتا ہے اُسے وہ ضائع نہیں کرتا۔ پس سچی اور حقیقی کامیابی کا گُر یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کے آگے گر جاؤ۔ اپنی کمزوریوں اور کوتاہیوں کا اُس کے سامنے اقرار کرو۔

(خطابات شوریٰ جلد 1 صفحہ 269)

خدا عاملوں کے عمل کا اجر کم نہیں کرتا

ایک دفعہ حضرت خلیفہ اولؓ کے زمانہ میں تجویز ہوئی کہ چونکہ قحط ہے اس لئے سالانہ جلسہ کے دن تین کی بجائے دو کر دیئے جائیں۔ اُس وقت مَیں لنگر خانہ کا منتظم تھا۔ دِنوں میں کمی کرنا میرا کام نہ تھا یہ مجلس نے فیصلہ کیا تھا۔ مگر حضرت خلیفہ اولؓ کا جس طرح طریق تھا کہ جس کا قصور ہوتا اُسے مخاطب نہ کرتے دوسرے کو مخاطب کر کے وہ بات کہہ دیتے۔

آپؓ نے مجھے خط لکھا۔ اُس میں عربی کا ایک مصرعہ لکھا جس کا مطلب یہ تھا کہ خدا سے یہ خوف مت کرو کہ وہ عاملوں کے عمل کا اجر کم دے گا۔ پس اگر خدا تعالیٰ پر یقین ہو اور جو کچھ پاس ہو اُسے قربان کر دیا جائے تو پھر جس قدر زائد کی ضرورت ہو وہ خود پوری کر دے گا۔

ہمیں دون ہمتی سے نہیں بلکہ علو ہمتی سے ان مسائل پر غور کرنا چاہیے جو ہمارے سامنے پیش ہوں۔

(خطابات شوریٰ جلد 1 صفحہ 272-273)

سچ جاننے کے لئے تحقیق کرو

ایک دفعہ ایک لڑکے کے والد نے لکھا میرا لڑکا عربی میں بہت ہوشیار تھا مگر ہیڈ ماسٹر نے فلاں بات کی وجہ سے اسے فیل کر دیا۔ میں نے اس لڑکے کا عربی کا پرچہ منگا کر دیکھا۔ اسے سَو میں سے اڑھائی نمبر دیئے گئے تھے۔ جب مَیں نے پرچہ دیکھا تو مجھے افسوس ہوا کہ اسے اڑھائی نمبر بھی کیوں دیئے گئے ہیں، وہ اِس قابل بھی نہ تھا۔ میں نے اُس کے والد کو لکھا آپ کے لڑکے کو تو صفر ملنا چاہئے تھا۔ پرچہ موجود ہے، اس میں جو کچھ اس نے لکھا ہے وہ ظاہر ہے۔

تو ایسی شکائتیں بھی ہوتی ہیں۔ یہ ماں باپ کی غلطی ہوتی ہے کہ لڑکے کی طرف سے جو رپورٹ ملے اسے درست تسلیم کر لیں۔

ایک دفعہ حضرت خلیفہ اوّلؓ کے پاس ایک خط آیا جس میں لکھا تھا ہمیں اپنا بچہ بہت پیارا ہے مگر معلوم ہوا ہے اس سے وہاں یہ سلوک کیا جا رہا ہے کہ اسے پنجرے میں بند کر رکھا ہے اور لڑکوں کو حکم دیا گیا ہے کہ جو اس کے پاس سے گزریں وہ اس پر تُھوکیں۔ حضرت خلیفہ اوّلؓ خط پڑھتے جاتے اور مسکراتے جاتے۔ وہ لڑکا بھی آپ کے پاس ہی بیٹھا تھا، اُس سے پوچھتے بھئی! آج تم پر کتنوں نے تُھوکا ہے؟

تو ایسی باتیں طالب علم کرتے رہتے ہیں مگر والدین کا فرض ہے کہ ان کی ہر بات پر یقین نہ کر لیا کریں۔ دراصل لوگوں میں غلط فہمیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

ابھی پرسوں کا واقعہ ہے ایک آدمی کو بھیجا گیا کہ فلاں دکان سے یہ چیز لے آؤ۔ مطلب یہ تھا کہ پیسے لے جاؤ اور جا کر لے آؤ مگر وہ یونہی چلا گیا۔ مَیں نے اس دکاندار سے کہا ہوا تھا کہ میرے لئے یا تو پیسے لے کر چیز دیا کرو یا رُقعہ لے کر۔ اُس نے یونہی جانے پر چیز تو دے دی مگر ساتھ یہ بھی کہہ دیا کہ مجھے اِس طرح دینے کا حکم نہیں ہے۔ جو شخص لینے کے لئے گیا تھا اُس نے آ کر بتایا دکاندار نے میری چادر چھین لی تھی کہ پیسے لا کر دو۔ تو بات کی تحقیقات کر کے دیکھنا چاہئے کہ کس حد تک وہ صحیح ہے اور کس حد تک اُس میں مبالغہ داخل ہے۔

(خطابات شوریٰ جلد 1 صفحہ 282-283)

تبلیغ کا ایک ذریعہ دعوت ہے

ہر طبقہ تک پہنچنے کے لئے مختلف ذرائع ہوتے ہیں اور دعوت کرنا کوئی بُری بات نہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب ایک دفعہ لاہور تشریف لے گئے تو امراء کو تبلیغ کرنے کے لئے آپ نے اُن کی دعوت کی۔ یہ دعوت ایک غیر احمدی شاہزادہ محمد ابراہیم صاحب کی طرف سے کی گئی اور روپیہ ہمارا اپنا خرچ ہوا۔ اس میں بہت سے لوگ آ گئے جنھیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے باتیں سُنائیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی ایک دفعہ اِسی قسم کی دعوت

کی جب لوگ کھانا کھا چکے تو آپ ﷺ وعظ کے لئے کھڑے ہوئے مگر لوگ چلے گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اگرچہ اُس وقت بچے تھے مگر انہوں نے کہا پہلے تبلیغ کی جائے اور پھر کھانا کھلایا جائے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی طرح کیا اور تبلیغ کی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب اس دعوت کے موقع پر وعظ شروع کیا تو کسی نے کہا ہم تو کھانا کھانے کے لئے آئے تھے مگر یہ کیا ہونے لگا ہے؟ اس پر ایک شخص نے جسے شرابی کہا جاتا تھا کہا کھانا تو ہم روز کھاتے ہی ہیں مگر یہ کھانا کہاں نصیب ہوتا ہے۔

یہ بات تو اس نے بہت معقول کہی مگر وہ بھی کھانا کھانے کے لئے ہی آیا تھا خود بخود نہ آیا تھا۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس میں پہلے حق کی خواہش نہ تھی مگر جب اُسے موقع مل گیا تو اس نے اس خواہش کا اظہار کیا۔ تو یہ تبلیغ کے ذرائع ہوتے ہیں۔

(خطابات شوریٰ جلد 1 صفحہ 303-304)

خدا تعالیٰ کی خشیت کے ماتحت فیصلے ہی بہتر ہیں

میں نہیں سمجھتا ہم سے زیادہ نقصان اور گھاٹے میں کون ہو سکتا ہے جبکہ ہم دنیا کو خدا تعالیٰ کے لئے چھوڑ کر آئیں لیکن جب خدا تعالیٰ کے قریب پہنچیں تو ایسی حرکات کریں کہ اُس کے حضور سے نکالے جائیں اور ہم اِس کے مصداق بن جائیں

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم
نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہمارا کوئی فیصلہ غلط بھی ہو مگر خدا تعالیٰ کے خوف اور خشیت کو دل میں رکھتے ہوئے ہو تو ہماری کامیابی میں زیادہ روک نہ ہوگا۔ لیکن اگر ہمارے فیصلے تو صحیح ہوں مگر خدا تعالیٰ سے دُور ہو کر کئے گئے ہوں تو باوجود ان فیصلوں کی صحت کے کامیابی سے ہم بہت دُور رہیں گے کیونکہ اِس دنیا کے تغیرات ہمارے فیصلوں پر مبنی نہیں ہیں۔ ہمارے فیصلے محدود معاملات کے متعلق ہوں گے اِس لئے صحیح فیصلوں کے بعد بھی ایسی باتیں رونما ہوں گی جو ہمارے فیصلوں کے خلاف اثر انداز ہوں گی لیکن اگر ہم میں خشیت اللہ پائی جائے اور پھر کوئی غلطی ہو جائے تو اس غلطی کا ازالہ خود خدا تعالیٰ کر دے گا اور خود ہمیں اُس راہ پر چلائے گا جو ہمارے لئے مفید ہوگی۔ شاید وہ لوگ جو الفاظ کے ایسے معنی لینے کے عادی ہیں جو الفاظ کہنے والے کے مدنظر نہیں ہوتے، وہ یہ کہیں یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ غلط فیصلہ تو فائدہ کا موجب ہو جائے جو خشیت اللہ کو دل میں جگہ دیتے ہوئے کیا گیا ہو، اور وہ فیصلہ جو خشیت اللہ سے دور ہو کر کیا گیا ہو وہ صحیح ہونے کے باوجود مُضر ہو۔ میں ایسے لوگوں کی توجہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک فیصلہ کی طرف مبذول کراتا ہوں۔

آپ ﷺ کو رؤیا دِکھایا گیا کہ آپ خانہ کعبہ کا طواف کر رہے ہیں۔ اِس پر آپ محض خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے کسی عزت اور بڑائی کے لئے نہیں، نہ اس لئے کہ مکہ والوں پر اپنا رعب جمائیں مکہ کی طرف چل پڑے۔ یہ اجتہادی غلطی تھی۔ خدا تعالیٰ کا یہ منشاء نہ تھا کہ اُسی سال طواف ہو مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خدا کی رضا اور اُس کی منشاء کو پورا کرنے کے لئے یہ فیصلہ کیا کہ اُسی سال طواف کیا جائے۔ یہ آپ ﷺ کو اجتہادی غلطی لگی لیکن خدا تعالیٰ نے اِسی کے متعلق فرمایا۔ اِنَّا فَتَحۡنَا لَکَ فَتۡحًا مُّبِیۡنًا (الفتح:2) یہ غلطی ہوئی ہے لیکن چونکہ ہماری محبت اور ہماری رضا کے حصول کے لئے کی گئی ہے اِس لئے اِسی کو ہم نے بہت بڑی فتح کا پیش خیمہ بنا دیا۔

اس کے مقابلہ میں ایک اور فیصلہ ہوا جو صحیح فیصلہ تھا لیکن چونکہ اس کے کرنے کے وقت خشیت اللہ باقی نہ رہ گئی تھی، اس لئے وہ نہایت خطرناک ثابت ہوا۔ وہ فیصلہ بعض صحابہ کا تھا جنہیں اُحد کی جنگ میں ایک مقام پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے کر کے فرمایا تھا کہ چاہے ہمیں فتح ہو یا شکست تم یہاں سے نہ ہٹنا۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فتح ہوئی اور دشمن بھاگنے پر مجبور ہوا تو اُس وقت ان لوگوں کا یہ بالکل صحیح فیصلہ تھا کہ وہ بھی آگے بڑھتے اور بھاگتے ہوئے دشمن پر حملہ کرتے مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے چونکہ یہ نکل چکا تھا کہ خواہ فتح ہو یا شکست، تم اِس جگہ سے نہ ہٹنا اس لئے خشیت اللہ چاہتی تھی کہ وہ دشمن کے بھاگنے پر بھی وہاں سے نہ ہلتے۔ خواہ وہ یہ دیکھتے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لشکر کو لے کر بیس میل آگے بڑھ گئے ہیں مگر جب تک انہیں وہاں سے ہٹنے کا حکم نہ دیتے نہ ہٹتے۔ اُس وقت انہیں عقل کہتی تھی بھاگتے ہوئے دشمن کے پیچھے جائیں گے تو فتح اور زیادہ یقینی ہو جائے گی لیکن خشیت اللہ کا یہ تقاضا تھا کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی پابندی کرتے مگر اُنہوں نے ایسا نہ کیا۔ نتیجہ کیا ہوا؟ یہ کہ خدا تعالیٰ نے دشمنوں کی نظر اِدھر پھرا دی اور انہیں بتایا کہ تم کہاں بھاگے جا رہے ہو؟ تمہاری کامیابی کی صورت نکل آئی ہے۔ چنانچہ اُنہوں نے مڑ کر اِدھر سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا جہاں سے وہ صحابہ ہٹے تھے۔

یہ خدائی فعل تھا۔ یہ غلط ہے کہ خالد کی نظر اُس مقام کی طرف پڑی اور یہ بھی غلط ہے کہ مکہ کے بعض سرداروں کی نظر اُدھر گئی۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے یہ تدبیر کی تھی اور مسلمانوں کو یہ نقصان ہم نے پہنچایا تھا اور اِس بات کی سزا میں پہنچایا تھا کہ انہوں نے رسول ﷺ کی بات کا ادب کیوں نہیں کیا تھا۔ وہ غم جو رسول کو پہنچایا گیا اُس کے بدلے خدا تعالیٰ نے اِن کو غم پہنچایا۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ ہمارا کام تھا پس یقیناً کفار کی نظر اُس وقت اپنے آپ نہ اُٹھی تھی بلکہ خدا تعالیٰ کے فرشتوں نے اٹھائی تھی تا مسلمانوں کو بتائے کہ خواہ بحالات ظاہرہ کوئی فیصلہ صحیح نظر آئے اگر خشیت اللہ مدنظر نہ ہو تو پھر کامیابی نہیں ہو سکتی۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں اور کئی مثالیں اِس قسم کی مل سکتی ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں بھی پائی جاتی ہیں بلکہ میں تو کہوں گا کہ یہ مومن کی زندگی میں پائی جاتی ہیں کہ کئی صحیح فیصلے اُس کے لئے وبالِ جان ثابت ہوتے ہیں اور کئی غلط فیصلے یعنی اجتہادی غلطیاں اُس کی کامیابی کا ذریعہ بن جاتی ہیں جبکہ وہ خشیت اللہ کے ہوتے ہوئے سرزد ہوں۔

(خطابات شوریٰ جلد 1 صفحہ 323-325)

(باقی آئندہ بروز ہفتہ ان شاء اللہ)

بقیہ: نیکی کے مختلف راستے...... از صفحہ 3

کہنا صدقہ ہے، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنا صدقہ ہے، نیکی کا حکم دینا صدقہ ہے، برائی سے روکنا صدقہ ہے بلکہ وظیفہ زوجیت ادا کرنا بھی صدقہ ہے (تم یہ بجا لاتے ہو)

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 656-657 حدیث:696)

• ایک روایت میں آتا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ہدایت فرمائی کہ تم ہر فرض نماز کے بعد 33 دفعہ سُبۡحَانَ اللّٰہ، 33 دفعہ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ اور 34 دفعہ اللہ اکبر پڑھا کرو تو تمہیں صدقہ و خیرات کرنے والے صحابہ کے برابر ثواب ملے گا۔

اس عمل کا جب مالدار صحابہ کو علم ہوا تو انہوں نے بھی اس نیکی کے عمل کو دہرانا شروع کر دیا۔ وہ مفلس اور غریب صحابہؓ پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ اس نیکی کا ان صحابہ کو بھی علم ہو گیا ہے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔

(صحیح مسلم کتاب المساجد)

پس ضرورت اس امر کی ہے کہ اسلام کی تعلیم کو اپنوں میں اُجاگر کریں اور صحابہؓ کی تقلید میں مسابقت الی الخیر کی عادت اپنے اندر اور اپنی نسل کے اندر راسخ کرنے کی کوشش کریں۔ نیکیاں تو اور بھی بہت ہیں ان سب کی فہرست بنا کر نہ صرف خود عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے بلکہ مسابقت کی رو سے دوسروں سے آگے بڑھنے کی کوشش بھی کرنی چاہئے اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے۔ آمین

(ابو سعید)

بقیہ: سو سال قبل کا الفضل...... از صفحہ 16

7۔ قبولیتِ دعا سے متعلق سوال کا جواب

صفحہ نمبر 8 پر جماعتِ احمدیہ ماریشس کے متعلق ایک خبر شائع ہوئی ہے جس میں ذکر ہے انجمن احمدیہ ماریشس نے حال ہی میں ایک مکان برائے نماز و مکتب چھ ہزار روپیہ قیمت پر خریدا ہے۔ نصف قیمت ادا کر دی گئی ہے اور نصف کچھ عرصہ میں دے دی جائے گی۔ اس کا نام دارالسلام رکھا گیا ہے۔ اسی طرح مذکورہ خبر میں حضرت صوفی غلام محمد صاحب بی اے اور مولانا عبید اللہ صاحب کی مساعی کا ذکر کیا گیا ہے۔

صفحہ نمبر 9 پر مدرسہ تعلیم الاسلام میں بچوں کو داخل کروانے اور اس کی افادیت سے متعلق ایک مفصل مضمون ہے۔

صفحہ نمبر 10 اور 11 پر آریوں کے اخبار ”آریہ مسافر“ کے اسلام پر کئے گئے آٹھویں اعتراض کا جواب دیا گیا ہے۔ قبل ازیں 7 ستمبر کے پرچہ میں ابتدائی آٹھ اعتراضات کے جوابات شائع کئے جا چکے تھے۔ اس شمارہ میں درج ذیل اعتراض کا جواب شائع ہوا۔

”نزولِ قرآن کے وقت عربی کے علاوہ اور زبانیں رائج تھیں۔ اگر اس زمانہ میں خدا کی طرف سے الہام اترتا تو اور زبانوں پر بھی اترتا۔ کیا خدا کو دیگر زبانیں نہ آتی تھیں۔ اگر کہو کہ ان میں ترجمہ ہو سکتا تھا تو عربی والے معانی اور تعلقات ہو بہو دیگر زبانوں میں ماننے پڑیں گے۔ ورنہ قرآن کا عرب کی سرزمین میں مقید ہونا لازمی ہوگا۔“

صفحہ نمبر 12 پر لاہور میں عیسائیوں سے ہونے والے ایک مناظرہ کی رُوداد تحریر ہے جو 10 ستمبر 1922ء کو حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحبؓ کی کوٹھی پر ہوا۔

صفحہ نمبر 11 اور 12 پر ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں شائع ہوئی ہیں۔

مذکورہ اخبار کے مفصل ملاحظہ کے لیے درج ذیل لنک ملاحظہ فرمائیں۔

https://www.alislam.org/alfazl/rabwah/A19220925.pdf

اردو ترجمہ: نبیلہ رفیق فوزی۔ ناروے

ناروے میں احمدیت

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی مرہونِ منت

تعارف مکرم نور بولستاد

مندرجہ ذیل مضمون جماعت ناروے کے اوّلین احمدی مسلمان ہونے والے ’’مکرم نور بولستاد ‘‘کی وہ تقریر ہے جو انہوں نے 20فروری 2022ء کو مصلح موعودؓ کے جلسہ پر کی تھی، خاکسار ان کی اجازت سے اس کا ترجمہ کر کے قارئین الفضل کی خدمت میں پیش کر رہی ہے۔ اللہ کرے کہ قارئین کو پسند آئے۔

مکرم نور بولستاد اسکینڈے نیویا کے پہلے نارویجین احمدی تھے جنہوں نے دو اور نوجوانوں کے ساتھ 1957ء میں بیعت کی تھی۔ آپ نے اس مضمون میں اسکینڈے نیویا کی ابتدائی تاریخ جو پہلے احمدی مشنری مکرم سیّد کمال یوسف کے ساتھ مل کر احمدی مشن چلانے کے متعلق ہے کی ساری کاوش کو حضرت مصلح موعودؓ کی بے مثال محنتوں، صلاحیتوں اور اولوالعزمی کے اعتراف میں یومِ مصلح موعودؓ کے موقعہ پر جماعت ناروے کے سامنے بیان کیا ہے۔ یاد رہے کہ مکرم نور بولستاد کو حضرت مصلح موعودؓ نے اس وقت اعزازی مبلغ بھی تعینات کیا تھا۔ مکرم نور بولستاد اور مکرم سیّد کمال یوسف اسکینڈے نیویا کی تاریخ اور یہاں کے نوجوانوں کے لئے بہترین مدرس بھی ہیں۔

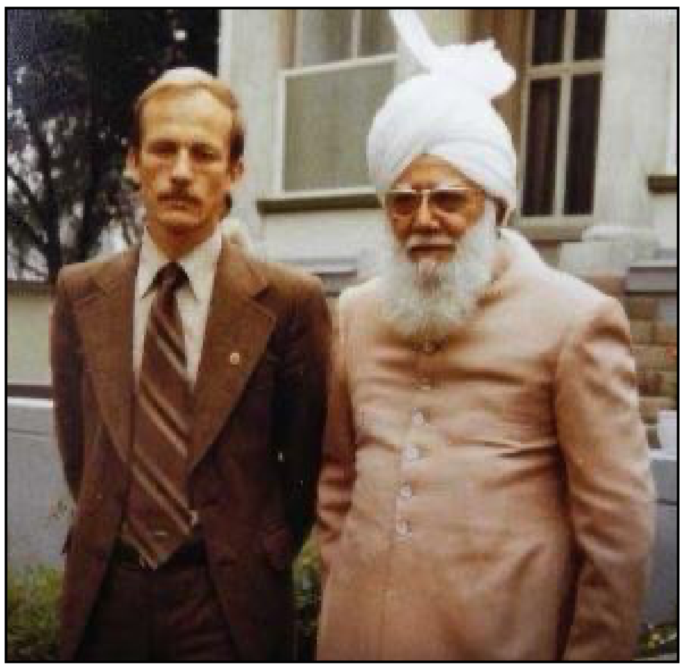

حضرت مصلح موعودؓ مسجد بیت النصر (ناروے) کے مرکزی کردار

آج کی مجلس میں، ہمارے خیالات اور ہمارے الفاظ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد رضی اللہ پر مرتکز ہیں جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اور مصلح موعود رضی اللہ عنہ ہیں۔ یہ ایک ایسا دن ہے جس میں واقعی حضرت مصلح موعودؓ کی زندگی پر کہنے والوں کے پاس بہت سی باتیں اور بہت سے الفاظ ہوتے

ہیں۔ اس معزز مجلس کے اراکین جن میں بڑی عمر کے لوگ بھی ہیں اور نوجوان بھی ہیں۔ ان میں سے بہت سے لوگوں نے یہ باتیں پہلے بھی بارہا سنی ہوں گی۔ لیکن سنی ہوئی باتوں کو ایک مرتبہ دوبارہ سنتے ہوئے یہ کوشش کریں کہ ان میں سے کم از کم آدھی باتوں پر ہی عمل ہو جائے۔ یہ نوجوان جو میرے سامنے بیٹھے ہیں، ہوسکتا ہے سوچ رہے ہوں کہ آج کا موضوع ہمارے لئے غیر دلچسپ ہے اور ہوسکتا ہے کہ یہ بھی سوچتے ہوں کہ یہ تو سب ماضی کی باتیں ہیں۔ میں آپ بڑی عمر کے لوگوں کو بھی اور نوجوانوں کو بھی ایک مرتبہ پھر کہتا ہوں کہ دیکھو! مجلس کے مقررین کی تقاریر پر اور اس شخصیت پر جو آج کا مرکزی کردار ہے اپنی توجہ مرکوز کرو۔

اس لئے کہ آج کی حقیقت یہ ہے کہ آپ یہاں ایک خوبصورت مسجد بیت النصر میں بیٹھے ہیں۔ اس مسجد کے حوالے سے میں یہ کبھی نہیں بھولا کہ اس کی تعمیر میں بہت سے لوگوں نے بہت سی قربانیاں دی ہیں اور اس بات پر بچوں اور نوجوانوں کو اپنے بڑوں کا شکریہ ادا کرنا چاہئے۔ اب میں ایک دفعہ پھر اسی طرف آتا ہوں اور یاد کرواتا ہوں کہ آج جو ہم سب اس مسجد میں موجود ہیں، یہ سب کچھ بنیادی طور پر اس دن کے مرکزی کردار (حضرت مصلح موعودؓ) کی وجہ سے ہے۔

ناروے میں جماعت کی مساجد کا مختصر خاکہ

ہم ایک فلاحی معاشرے میں رہتے ہیں، اگرچہ ناروے میں بھی اقتصادی لحاظ سے لوگوں میں فرق ہے کسی کے پاس پیسہ کم ہے کسی کے پاس زیادہ مگر یہ فرق اتنا زیادہ نہیں جتنا کہ باہر کی دنیا میں ہے۔حقیقت یہ ہے کہ ناروے کا معیارِ زندگی بہت بلند ہے۔جس کا دنیا کے دوسرے ممالک میں تصور نہیں کیا جاتا۔ اپنے بچپن اور جوانی سے لے کر اب تک میں نے اپنے ملک کے معیار زندگی کو ناقابلِ تصور حد تک بلند ہوتا دیکھا ہے۔ ہم میں سے ہر ایک نے اس سے حظ اُٹھایا ہے، مجموعی طور پر ہماری جماعت نے بھی اقتصادیات کی خوشحالی کا لطف اٹھایا ہے۔

ہم احمدی مسلمان ہیں۔ ہم Muslim Faith Society Norway (احمدیہ مسلم جماعت ناروے) کے رکن ہیں۔ یہ وہ جماعت ہے جس کے پاس گزشتہ تیس برس سے محض واحد مسجد ’’نور‘‘ تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ کے کرم سے 2010ء میں ہمیں بیت النصر بنانے کی توفیق ملی۔ اب ہم کہہ سکتے ہیں کہ اوسلو میں ہمارے پاس ایک اور شاندار مسجد بھی موجود ہے۔ اس کے علاوہ اب ایک تیسری مسجد کرسچیان سنڈ (Kristiansand) میں بھی تیار ہوچکی ہے اور دوسرے بڑے شہروں ہمارے پاس Satavanger اور Trondheim میں بھی مشنری ہیں۔

اس مجلس میں بیٹھے زیادہ تر لوگ یہ جانتے ہیں کہ عام طور پر ایسا ہمیشہ نہیں ہوتا کہ اتنی جلدی عبادت گاہوں کی تعداد میں اضافہ ہو جائے۔ مجھے یاد ہے کہ 66 برس قبل 1956ء میں یہاں کچھ بھی نہیں تھا۔ بہت کم اسلام کا نام سنا تھا۔لیکن کچھ ایسا ہوا کہ اس سال 1956ء میں ہمارے پڑوسی ملک سویڈن میں ایک مسلم مشنری آیا، یہ مکرم سید کمال یوسف صاحب تھے۔اس وقت ناروے میں کسی مسلم مشنری کا آنا کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ مگر پھر 1978ء میں اللہ تعالیٰ نے ناروے کو ایک عمارت عطا کر دی جسے مشن ہاؤس اور ’’مسجد نور‘‘ کے طور پر استعمال میں لایا گیا، جس کا ذکر میں پہلے کر چکا ہوں۔

ناروے میں عیسائیت کی تعلیم کا زور

پیشتر اس کے کہ ناروے میں مسلم مشنری کی آمد کی داستان آپ لوگوں کے سامنے رکھوں، ناروے میں عیسائی مشنری کی تاریخ کا مختصر حال بھی بتانا چاہتا ہوں۔ ناروے میں 1750ء میں Army war school کے نام پر ایک عیسائی مشنریز کے کالج کی بنیاد رکھی گئی۔ اسکی غرض ایسے لوگوں کو تعلیم دینا تھا۔ اور ایسے لوگ تیار کرنا تھے جنہوں نے دنیا میں خوشخبری پھیلانا تھی (یعنی عیسائیت کی تعلیم)۔ دوسرے نمبر پر 1811ء میں اوسلو یونیورسٹی بنائی گئی، یہاں بھی عیسائی مشنری تیار کئے جاتے تھے۔ پھر 1843ء میں ایک شہر Stavanger میں مشنریز کالج بنایا گیا۔ ان اداروں سے بہت سے عیسائی مشنری تیار ہو کر دنیا کے دوسرے ممالک میں عیسائیت پھیلانے جاتے تھے۔

ناروے میں مسلم مشنری کی آمد

ایک طویل عرصے تک ناروے دنیا کے ان ممالک میں سے ایک تھا جس نے آبادی کے لحاظ سے سب سے زیادہ عیسائی مشنری بھیجے، اس لیے مشنری اور مشنری کام 1950ء کی دہائی میں نارویجن قوم کے لیے معروف کام کیا جاتا تھا۔ مگر اچانک نئی اور انتہائی چونکا دینے والی بات یہ ہوئی کہ 1956ء میں صرف ایک مسلمان مشنری اسکینڈے نیویا آیا، وہ عیسائی ہونے کے لیے نہیں، بلکہ اسکینڈے نیویا کے باسیوں کو محمدی (مسلمان) بنانے کے لیے آیا تھا۔ یعنی یہ ہمارے مربی سید کمال یوسف صاحب تھے جن سے میں نے اسلام سیکھا۔ آج کے دن حضرت مصلح موعودؓ کے شاندار کارناموں، ان کی جماعتی خدمات اور ان کا نام مجھے آج کے پروگرام مصلح موعود کے موضوع کی طرف لے جاتا ہے۔ آج یہاں کے تمام مقررین نے ان کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کے بارے میں بات کی ہے۔ میرے نزدیک اسکینڈے نیویا اور ناروے میں احمدیت کے قیام اور اسے پھیلانے کے لیے ان کی اہمیت کا ذکر کرنا فطری طور پر سب سے زیادہ مقدم ہے۔

احمدیت اور خلفائے احمدیت

لیکن اس سے پہلے کہ میں اسے شروع کروں، ضروری ہے کہ حضرت امام الزماں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد پر مختصر بات کی جائے۔

انیسویں صدی میں برطانیہ کی کالونیوں میں سے ایک کالونی کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں حضرت مرزا غلام احمدؑ قادیانی اللہ کے حکم سے مسیح اور مہدی بن کر آئے۔جن لوگوں کو اللہ نے ہدایت دی وہ مسیح الزماںؑ کے ساتھی بنے۔ جب حضور علیہ السلام مشیتِ ایزدی سے 1908ء میں اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے تو نظام خلافت کے اندرونی اختلاف کے باوجود اللہ تعالیٰ نے قدرتِ ثانیہ میں پہلے خلیفہ حضرت الحاج حکیم نور الدینؓ کو مقرر فرمایا۔ چھ برس بعد جب حضرت خلیفہ اوّلؓ وفات پا گئے تو جماعت میں ایک مرتبہ پھر فتنہ برپا ہوا مگر اللہ تعالیٰ نے فتنے کو دبا کر حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ کو منصب خلافت پر کھڑا کر دیا اور خلافت کے نظام کی اندرونی مخالفت کے باوجود نظام خلافت اور جماعت پھلتی پھولتی رہی۔ احمدیت کے

دوسرے خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ کو اپنے خلافت کے دور میں گونا گوں چیلینجز کا سامنا کرنا پڑا مثلاً اندرونی مخالفت، دو عالمگیر جنگیں، ہندوستان میں نوآبادیاتی حکومت کا خاتمہ، تقسیم ہند، ہندوستان سے ہجرت مع جماعت اور تمام نظام کی منتقلی، نئے وطن پاکستان میں اپنی جماعت کا مرکز ربوہ بسانے کا چیلنج سب سے بڑا تھا۔ کیونکہ یہ تمام مسائل نظامِ جماعت احمدیہ اور عام احمدی پر بھی برابر اثر انداز تھے، اسلئے جماعت کی راہنمائی بھی حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ صاحب کی بڑی ذمّے داریوں میں سے ایک تھی۔

پاکستان پہنچ کر جماعت کو متحد رکھنا ایک بہت بڑا کام تھا، مخالفین اور احمدیت کے دشمنوں کی ریشہ دوانیاں اور جماعت کے متعلق غلط پراپیگنڈہ، کبھی ایک جگہ شورش تو کبھی دوسری جگہ فساد، گاہے بگاہے کی شہادتیں الگ۔ یہاں تک کہ 1953ء میں ملک میں جماعت کی مخالفت اتنی بڑھی کہ ملک میں اچھا خاصا فساد برپا ہوگیا۔ پھر ایک اور افسوس ناک واقعہ پیش آیا کہ 1954ء میں حضورؓ کو کسی دُشمن نے مسجد مبارک میں چاقو سے حملہ کر کے زخمی کر دیا، مشکل پر مشکل اور مصیبت پر مصیبت مگر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے کسی جگہ بھی ہمت نہیں ہاری۔ تمام مسائل کا مقابلہ کرتے ہوئے، دنیا کے طول وعرض میں مبلغین بھیجنے اور اشاعت اسلام کے لئے اور بھی راستے اختیار کرتے ہوئے آگے ہی آگے بڑھتے رہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ دوسری جنگِ عظیم کے بعد جماعت کی مشنری سرگرمیوں میں تیزی سے اضافہ ہوا ہے اور جن علاقوں کی طرف حضورؓ کی توجہ زیادہ تھی ان میں سے ایک اسکینڈے نیویا بھی تھا۔

اسکینڈے نیویا میں احمدیہ مشن چلانے کی مختصر داستان

جیسا کہ پہلے بتایا جاچکا ہے کہ اسلام کی اشاعت کے لئے اسکینڈے نیویا کو حضرت مصلح موعودؓ نے ایک منزل کے طور پر منتخب کیا تھا 1956ء میں انہوں نے ضرورت محسوس کی اور کمال یوسف صاحب کو اسکینڈے نیویا میں مشنری بنا کر بھیج دیا گیا۔ یوں مکرم سیّد کمال یوسف صاحب اسکینڈے نیویا کے شہر سویڈن میں اترے۔ جو محمدؐ کا مذہب ’’اسلام‘‘ سکھانے آئے تھے۔ کمال صاحب، اسکینڈے نیویا کے تینوں ممالک، ناروے، سویڈن اور ڈنمارک کے مشنری رہے، تینوں ممالک کے شہروں میں سفر کرتے رہے اور اسلام کا پیغام دیتے رہے۔ مجھے سب یاد ہے کہ مکرم کمال صاحب نے کیسے ابتدائی سال گزارے۔ میں یاد کروں تو ہمارے مبلغ کا وقت ایسے گزرا کہ بہت دیر وہ کرائے کے ایسے کمرے میں رہے جہاں کچن ہی نہیں ہوتا تھا اور ان کے پاس اتنا محدود پیسہ ہوتا تھا کہ یقیناً وہ بازار سے کھانا لے کر نہیں کھا سکتے تھے۔ میرے لئے یہ سوچ اور بات ہمیشہ ہی ایک معمہ رہی ہے کہ کمال صاحب کیسے گزارہ کر گئے؟ اور کیسے وہ مشن چلانے میں کامیاب ہوئے؟ شائد! یہاں بیٹھے نوجوان اس بات کو تسلیم نہ کریں لیکن میں اس بات کا شاہد ہوں کہ تھوڑے وسائل میں تینوں ممالک کے مشنز چلانا کتنا مشکل تھا۔ یہ وہ وقت تھا جب جماعت کے پاس وسائل بہت کم تھے اور مشنری یہاں کیسے رہتے اور گزارہ کرتے تھے۔ ان کے سب حالات میں نے خود دیکھے ہوئے ہیں۔ میرے مشاہدے سے بہت کچھ گزرا ہوا ہے۔

اسکینڈے نیویا کے پہلے تین سفید پرندوں کی نہایت دلچسپ کہانی

اب میں اہلِ مجلس کے سامنے اسکینڈے نیویا کے تین نوجوانوں کی کہانی رکھتا ہوں۔ کوشش ہوگی کہ مختصر اور جامع الفاظ میں آپ تک میرا سارا مدعا بیان ہو جائے۔

1956ء موسم خزاں کی بات ہے کہ ملکِ ناروے کے دارالخلافہ اوسلو میں کچھ نوجوان لڑکے جن کو مذہب میں بہت دلچسپی تھی جن میں سے ایک خاکسار (نور بولستاد) بھی تھا۔ ہم عیسائیت کے علاوہ دوسرے مذاہب یعنی، بدھ ازم، ہندو ازم اور بہائیت کے متعلق بھی کتب سے معلومات اکھٹا کر رہے تھے۔ ان کے ساتھ ساتھ ہمیں Muhammadism کے متعلق بھی جاننے کا شوق ہوا۔

اس مذہب یعنی ’’اسلام‘‘ کے متعلق سب سے آخر میں ہم نے پڑھنا شروع کیا، کیوں؟؟ وہ اس لئے کہ یہ ایک ایسا مذہب تھا جس کے بارے میں ہمارا تاثر بہت منفی تھا اور نارویجن زبان میں اس مذہب کے بارے میں لٹریچر تلاش کرنا اتنا آسان نہیں تھا۔ کم از کم غیر جانبدارانہ وضاحتیں یا تفصیلات ملنا تو بہت مشکل تھیں۔ اب ہم تینوں دوست اسلام کے متعلق درست اور صحیح علم کی تلاش میں لگ گئے۔ کھوج کے اس سفر میں ایک دن ایسا ہوا کہ ہم میں سے ایک لڑکے کو ایک سراغ ہاتھ آیا۔ وہ کیا تھا؟ یہ سویڈن میں سیّد کمال یوسف صاحب کا ایڈریس تھا۔ ہم نے انہیں خط لکھنے کا سوچا۔ پہلا خط لکھا جس کا جواب آ گیا۔ اب ہمارے اور سویڈن کے محمدی ازم کے مشنری کے درمیان خطوط کا سلسلہ چل نکلا۔ ہم محمدی مشنری کو سوالات پوچھتے وہ جواب دیتے۔ اس جواب سے مزید سوالات جنم لیتے ہم پھر لکھتے۔ کبھی ایک سوال تو کبھی دوسرا، ایک مسئلہ سمجھ آتا تو دوسرا سامنے آجاتا۔ بہر حال دونوں طرف سے زبردست خط وکتابت ہوتی رہی۔ اس خط وکتابت کے دوران ہمیں معلوم ہوا کہ اس مذہب کا نام ’’اسلام‘‘ ہے اور لفظ محمڈن کے بجائے مسلم کہنا زیادہ درست ہے۔

آخر کار وہ دن بھی آ گیا جب ہم تینوں کی تسلی ہو گی اور ہم نے مذہب تبدیل کرلیا یعنی اسلام قبول کرلیا۔ میں کہہ سکتا ہوں کہ وہ فیصلہ جو حضرت مصلح موعودؓ نے 1956ء میں اسکینڈے نیویا میں مشنری بھیجنے کا کیا تھا، اسکے نتیجے میں ہم تین لڑکے مشنری کمال یوسف صاحب کو دیکھے بغیر جنوری اور فروری 1957ء میں احمدی مسلمان ہو گئے۔

قبولیتِ اسلام کے بعد سب سے بڑا مسئلہ ہمیں یہ تھا کہ ہم نماز کیسے ادا کریں اب ہم مسلمان تھے، نماز پڑھنا تھی۔ ہمیں کیا معلوم کہ کیسے نماز ادا کرتے ہیں۔ ہمیں سویڈش زبان میں ایک کتابچہ بھیجا گیا۔ اگرچہ ہم نارویجن تھے لیکن سویڈش سمجھتے تھے، لہٰذا سویڈش کو پڑھنا اور سمجھنا تو کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ مگر مسئلہ یہ تھا کہ ایک کاغذ پر لکھے ہوئے الفاظ پڑھنا اور بات تھی مگر اسے پڑھ کر یہ جان لینا کہ نماز کو کیسے ادا کرنی ہے بالکل اور بات ہے، ہاتھ کیسے اٹھانے ہیں؟ کیسے کھڑا ہونا ہے؟ پھر کیا کرنا ہے؟ نماز شروع کیسے کرنی ہے؟ ختم کیسے کرنی ہے؟ ہم نے کوشش کی مگر ہم اسے نہیں سمجھ سکے۔ اب سوال یہ تھا کہ یہ بات کسی مسلمان سے پوچھنا چاہئے تھی۔ مگر ہم کس سے پوچھتے کہ نماز کیسے ادا کرنی ہے؟ ہم نے تو خط وکتابت پر ایک مسلم مشنری کے ذریعے بالکل ایک نیا مذہب قبول کیا ہے۔ ہم تو کسی اور مسلمان سے واقف نہیں تھے۔ ہم تین ہی تو تھے جو ناروے میں مسلمان تھے، ہم تین لوگوں نے ہی تو ناروے میں پہلی مسلم جماعت بنائی تھی، ہم ہی سب کچھ تھے۔

اب آپ لوگ سوچتے ہوں گے کہ ٹی۔ وی کھول کر دیکھ لینا تھا۔ مگر اے نوجوانو! اس وقت ہمارے پاس کوئی ٹی وی نہیں تھا۔ ٹی وی تو ناروے میں 1960ء میں آیا تھا۔ اب آپ سوچتے ہوں گے کہ کوئی ویڈیو دیکھ لیتے؟ کئی سالوں کے بعد تک یہ سب کچھ موجود نہیں تھا۔ آپ نوجوانوں کو بتانے کا مقصد یہ ہے کہ جماعت کن کن مسائل سے گزر کر یہاں تک پہنچی ہے۔ اقتصادی حالت ایک طرف، اس زمانہ میں آمد و رفت اور رابطے کے ذرائع انتہائی محدود تھے، کمپیوٹر نہ ہی آن لائن ملاقاتیں، اور نہ ہی text messeges کا سلسلہ تھا۔ ستّر کی دہائی تک ناروے میں کہیں کہیں ٹیلی فون تھا۔ ہم تینوں لڑکوں کے گھروں میں کسی ایک کے پاس بھی ٹیلی فون نہیں تھا اور جس گھر کے کرائے دار کمال صاحب تھے وہاں بھی ٹیلی فون کی سہولت نہیں تھی کہ کبھی ان سے براہِ راست بات ہی ہوسکتی۔ جبھی تو ہم اتنی مشکل میں تھے۔ کم از کم ہم تینوں جو مذہب بدل کر مسلم ہو چکے تھے ان کے پاس نئے مذہب کے طور طریقے سیکھنے کے لئے صرف ایک درس گاہ تھی اور وہ تھے سویڈن میں رہنے والے سیّد کمال یوسف صاحب۔ ہم انہیں خط وکتابت والا مشنری بھی کہہ سکتے ہیں۔ پھر ہم نے سوچا کہ نماز سیکھنے کے لئے تو اپنے مشنری کمال یوسف صاحب سے مدد لینا چاہئے۔ چنانچہ حسبِ معمول ہم نے کمال یوسف کو خط لکھ کر مدد مانگی۔

لیکن کیا آپ کو معلوم ہے کہ ہمیں یہ بتانے کے لئے کہ نماز کیسے ادا کرنا ہے۔ مشنری کمال صاحب جن کو سویڈن سے ناروے ہمارے پاس آنا تھا، ان کو وہ کرایہ جو سب سے سستا بس کا سفر تھا، جمع کرنے میں کتنے ماہ لگے، میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اس وقت جماعت کی اقتصادی حالت کتنی کمزور تھی کہ پڑوسی ملک سویڈن سے ایک مشنری کو ناروے میں پہلی مسلم جماعت کو نماز پڑھنے کا طریقہ سکھانے کے لیے بھیجنے میں کئی ماہ لگ گئے۔

یہ ہماری جماعت کی اس زمانہ کی اقصادیات کی اب تک ایک لمبی چھلانگ ہے کہ آج ہم بیت النصر کی شاندار عمارت میں بیٹھے ہیں۔ الحمد للہ

کمال صاحب کے آنے پر یہاں ناروے میں ایک جماعت بنی تھی، جماعت احمدیہ مسلمہ۔ جس کا پہلا سیکرٹری خاکسار (نور بوستاد) منتخب ہوا اور کمال یوسف صاحب کو خطوط اور رپورٹس بھیجی تا کہ انہیں آگاہ کیا جا سکے۔ ہم تینوں اسکول کے بچے تھے۔ ہمارے پاس پیسے کم تھے۔ میں نے ایک بار کمال صاحب کو لکھا کہ کیا ہمیں اخراجات پورے کرنے میں مدد مل سکتی ہے۔ فیڈ بیک تیار تھا۔ ان کے پاس کچھ نہیں تھا۔ ہم کچھ حاصل نہیں کر سکے۔ ہمیں کم خرچ کرنا پڑا۔ ’’مجھے کم خط بھیجیں‘‘ ان کی تجاویز میں سے ایک تھی۔ ہمارے لیے، ان کے لیے، اسلام احمدیہ تحریک کی معاشی صورت حال اس وقت ایسی تھی۔

سیّد کمال یوسف صاحب کو پورے اسکینڈے نیویا کی ذمّے داری دے کر سویڈن بھیجا گیا تھا۔ 1958ء میں مکرم سیّد کمال یوسف صاحب کو اوسلو منتقل ہونے کا حکم ہوا۔ چند سال بعد ایک مرتبہ پھر ان کی تبدیلی گوٹن برگ (سویڈن) میں ہوگئی۔ ابتدا میں پورے اسکینڈے نیویا کی ذمہ داری کے وقت میں جو کہ بہت برسوں پر محیط تھا۔ وہ باورچی خانے کے بغیر اور کمرے میں گرم کھانا کھائے بغیر ایک کرائے کے کمرے میں رہتے رہے۔ کوپن ہیگن (ڈنمارک) میں رہائش کے دوران بھی ایسا ہی ہوا کہ ان کے پاس کچن نہیں تھا اور ہر روز کیفے میں کھانے کے پیسے بھی نہیں تھے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ کمال صاحب نے کیسے گزارہ کیا ہوگا؟ آج وہ اس مجلس میں موجود نہیں ہیں مگر کل وہ مسجد میں تھے۔ میں نے کل ان سے کچن کے بغیر رہنا اور تنگ دستی والی بات پوچھی تو انہوں نے مجھے میرے سوال کا جواب نہیں دیا اور بات بدل دی۔ ان کے متعلق میں یہ بھی کہوں گا کہ کمال صاحب یہاں اسکینڈے نیویا میں اسلام احمدیہ تحریک کے سرخیل دور میں سویڈن، ناروے اور ڈنمارک میں مشنری کا کام انجام دینے میں کامیاب رہے۔ میں آج تک نہیں سمجھ سکا، کہ یہ سب کچھ انہوں نے کیسے کیا؟ اب وہ ریٹائرڈ ہیں ہم اکثر یہاں مسجد میں ان سے مل سکتے ہیں۔ یہ بھی ہمارے لئے ایک نعمت ہے۔ آج ان کے متعلق میری خصوصی طور پر سوچنے اور بات کرنے کی وجہ بھی یہی ہے، کیونکہ وہ ہماری کڑی ہیں، اس تعلق کی جو براہ راست حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح ثانی رضی اللہ عنہ سے ہے۔ مصلح موعود رضی اللہ کون تھے؟ یہ وہ عظیم شخصیت تھی جنہوں نے بہت عرصہ قبل اسکینڈے نیویا کو تبلیغی مشن کے میدان کے طور پر اشارہ کیا تھا۔

سیّدہ ثریا صادق۔ لندن

عفو و درگزر ایک خلق عظیم

انسانی فطرت کے اندر خدا تعالیٰ نے یہ خاصیت رکھی ہے کہ وہ مِل جُل کر رہے اور رشتوں کی پہچان کے ساتھ دنیا میں زندگی بسر کرے۔ ماں باپ، بھائی بہن، عزیز رشتہ دار اور دوست و احباب یہ سب انسانی زندگی کے لازمی جزو ہیں اور انہی رشتوں کے دم سے انسان کی بقا ہے۔ ان دنیاوی رشتوں کے ساتھ جب انسان عفو و درگزر سے کام لیتے ہوئے انہیں مضبوط کرنے کی کوشش میں محو رہتا ہے اور محض للہ ان تعلقات کو جوڑتا ہے تو یہ اس کی روحانی بقا کا ضامن بن جاتا ہے۔ اسے صبر و حوصلہ عطا کرتا ہے۔ اسی سے انسان کو کسی نبی، رَسول یا اُس کے خلیفہ کی پیروی کر کے روحانی رشتہ کو مضبوط ترین کرنے کی صلاحیت میسر آتی ہے۔

ان تمام رشتوں کو بہترین طریق پر نبھانے کے لئے ہمیں ان بنیادی اخلاق فاضلہ یعنی وسعتِ حوصلہ، عفو و درگزر، پردہ پوشی اور اعلیٰ ظرفی کے معانی پر غور کرنے، اسے سمجھنے اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق اور دعا کے ذریعہ ان پر عمل پیرا ہونے کی ضرورت ہے۔

دینِ حق نے ان اخلاق کو اپنانے اور ان پر قائم رہنے کے لئے بے شمار وسیع تعلیمات دی ہیں اور انتہائی بلند منصوبے پیش کئے ہیں۔ لیکن ان پر عمل تبھی ممکن ہے جب ان کے ابتدائی حصّوں پر خصوصیت کے ساتھ توجہ دی جائے۔ اور صبر اور تحمل کے ساتھ بنیادیں تعمیر کی جائیں۔ پھر خدا تعالیٰ کے فضل سے توقع رکھی جائے کہ ان بنیادوں پر عظیم الشان عمارتیں تعمیر ہوں۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۱۵۴﴾

(البقرہ: 154)

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! (اللہ سے) صبر اور صَلوٰۃ کے ساتھ مدد مانگو۔ یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

پھر چاہے کتنی ہی تلخیاں اور سختیاں زندگی میں آئیں، صبر سے، دُعا سے، وسعت حوصلہ سے اور اعلیٰ ظرفی سے کام لینا چاہئے۔ وسعت حوصلہ اور اعلیٰ ظرفی کیا چیز ہے اسے آسان الفاظ میں سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہی نا کہ کسی نے کوئی ایسی بات کہہ دی ہے جو آپ کو پسند نہ آئی یا آپ کے اُصول کے خلاف ہے۔ یا پھر آپ کا کچھ نقصان ہوگیا ہے۔ یا کسی نے آپ سے بدتمیزی کی ہے یا گالی دی ہے۔ یا آپ کی اَنا کو للکارا ہے۔ تو اس کے ردِعمل میں گھبرا کر بد اخلاقی کا مظاہرہ نہ کرنا بلکہ یہ سب کچھ اپنے عمل سے بھی کر کے دکھانا، وسعتِ حوصلہ، اعلیٰ ظرفی، عفوو درگزر اور پردہ پوشی کہلاتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

اے میرے پیارو شکیب و صبر کی عادت کرو
وہ اگر پھیلائیں بد بو تم بنو مشکِ تتار
نفس کو مارو کہ اس جیسا کوئی دشمن نہیں
چپکے چپکے کرتا ہے پیدا وہ سامانِ دمار

وہ سارے جھگڑے جو محلوں، شہروں، معاشرے، مُلکوں اور پھر جماعت کے اندر بھی نجی طور پر پیدا ہوتے ہیں۔ ان میں جھوٹ کے بعد سب سے بڑا دخل اس بات کا ہے کہ بعض لوگوں میں وسعتِ حوصلہ بہت کم ہوتا ہے۔ ان کی باتوں اور طرز میں تکلیف دینے کا ایک رجحان پایا جاتا ہے۔ جس سے بسا اوقات وہ خود بھی باخبر نہیں ہوتے۔ نرم گفتاری کا بھی وسعت حوصلہ سے بڑا گہرا تعلق ہے۔ بلند حوصلے سے زبان میں بھی تحمل پیدا ہوتا ہے۔ اور زبان کا معیار بھی بلند ہوتا ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ جب ابھی بچے تھے۔ یہ تب کا واقعہ ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک بہت ہی قیمتی مقالہ جلا دیا۔ سارا گھر اب ڈرا بیٹھا تھا کہ اب پتہ نہیں کیا ہوگا اور کیسی سزا ملے گی؟ لیکن جب حضرت مسیح موعودؑ کو علم ہوا تو آپ نے فرمایا ’’کوئی بات نہیں خدا اور توفیق دے دیگا‘‘۔ وسعت، حوصلہ کی ایسی بیسیوں مثالیں ہمیں آپ کی زندگی میں ملیں گی۔

حضرت مسیح موعودؑ ایک واقعہ وسعتِ حوصلہ کا خود بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

’’میں نے ایک چھوٹی سی کتاب میں لکھا دیکھا ہے کہ ایک بادشاہ قرآن کریم لکھا کرتا تھا۔ ایک مُلّا نے انہیں ایک آیت کے متعلق کہا کہ یہ غلط لکھی گئی ہے۔ بادشاہ نے اسی وقت اس آیت پر دائرہ کھینچ دیا کہ کاٹ دی جائے گی۔ جب مُلّا چلا گیا تو بادشاہ نے اس دائرہ کو کاٹ دیا۔ جب بادشاہ سے پوچھا گیا کہ ایسا کیوں کیا تو اس نے کہا کہ دراصل مُلّا غلطی پر تھا مگر میں نے اس کی دلجوئی کی خاطر حوصلے سے کام لیا اور اس کے سامنے آیت پر دائرہ کھینچ دیا‘‘

(ملفوظات جلد ششم صفحہ 342)

اب ہم عفو و درگزر کی طرف آتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ وسعت حوصلہ کا ان اخلاق سے کسقدر گہرا تعلق ہے۔ عفو و درگزر گو دو چھوٹے چھوٹے الفاظ ہیں لیکن اِن کے فوائد لا محدود ہیں۔ عفو کا مطلب ڈھانپنا بھی ہے اور غصے کو دبانا بھی۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَالْکٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ

(آل عمران: 135)

ترجمہ: وہ لوگ جو غصّہ کو دبانے والے ہیں اور لوگوں کو معاف کرنے والے ہیں اور اللہ محسنوں سے محبت کرتا ہے۔

غصّہ کی حالت میں انسان پر ایک جنون سوار ہو جاتا ہے اور اسے سمجھ نہیں آتا کہ کیا بات صحیح ہے اور کیا غلط۔ انسان کا دماغ ماؤف ہو جاتا ہے اور سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت ختم ہو جاتی ہے۔ اس کے برعکس وسعت حوصلہ اور اعلیٰ ظرفی سے کام لینے سے ہم کامیابی سے ہمکنار ہو سکتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کی خاطر صبر کریں اور وسعت حوصلہ سے کام لیں اور عفو و درگزر کو اپنا شعار بنائیں تو بڑے بڑے مسائل خود بخود دب کے رہ جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہدایت فرمائی ہے کہ اس کا دین اختیار کریں۔ اس پر عمل کریں۔ اس کے پیشِ نظر اگر دیکھا جائے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی کتنی باتوں میں اطاعت کرتے ہیں؟ ہم روزمرہ زندگی میں اللہ تعالیٰ کے بہت سے احکامات کو نظرانداز کر دیتے ہیں یا ان سے پہلو تہی کرتے ہیں۔ اب اگر اللہ تعالیٰ ان تمام باتوں پر غصّہ کرنا شروع کر دے اور ہمیں ہر بات پر سزا دینے کا ارادہ کرے تو ہم کہاں بچ سکتے ہیں؟ ہماری حیثیت ہی کیا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہی عفو و درگزر سے کام لیتا ہے اور ہماری پردہ پوشی فرماتا رہتا ہے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ نے اشرف المخلوقات بنایا ہے۔ ہمیں بھی دوسروں کی لغزشوں پہ عفو و درگزر سے کام لینے کی صلاحیت پیدا کرنی چاہئے اور اللہ تعالیٰ کی صفات کو اپنے اندر جذب کر کے اس کی اطاعت اس رنگ میں کرنی چاہئے کہ دوسروں کی چھوٹی چھوٹی باتیں اور اگر ہم نہایت ہی اعلیٰ ظرفی سے کام لیں تو بڑی بڑی باتیں بھی نظرانداز کر کے عفو و درگزر سے کام لینا چاہیئے۔ جو آپ سے قطع تعلق کرے اسے محبت کا پیغام دیں۔ دشمن کے ساتھ بھی مصائب و تکالیف کے وقت برائی کے مقابلہ میں نیکی کریں اور اپنے اعلیٰ ظرفی و وسعت حوصلہ اور عفو و درگزر کا مظاہرہ کریں۔

یہ خلق عظیم جس کا نام عفو و درگزر ہے اسی کا مطلب پردہ پوشی بھی ہے۔ گویا اس خلق عظیم پر عمل کرنے سے وسعتِ حوصلہ اور اعلیٰ ظرفی سے بھی ہم آہنگ ہوتے ہیں۔

ہر عقلمند اور باشعور شخص اچھی طرح سمجھ سکتا ہے کہ معاشرہ کی خوبصورتی کئی لوازمات کا تقاضا کرتی ہے۔ جو معاشرہ ان اخلاق حَسَنہ کو اپنا لے وہ معاشرہ ایک مستقل حیثیت اختیار کر جاتا ہے ورنہ اسے گمنامی کی اتھاہ گہرائیوں میں دھکیل دیا جاتا ہے۔ ہم سب مل کر گھر کی تعمیر سے لے کر محلے، شہر، ملک، معاشرے اور پھر کائنات کے سنوارنے میں حصّہ لیتے ہیں۔ باتیں اور واقعات تو چھوٹے چھوٹے ہوتے ہیں مگر ہماری زندگیوں کو خوشگوار یا تلخ بنا دیتے ہیں۔ بات گھر سے شروع ہوتی ہے۔ آپ کی حیثیت گھر میں کچھ بھی ہو، گھر کے ماحول کو بہتر بنانے میں پردہ پوشی سے کام لینا مسلمہ ہے۔ ایک دوسرے کے ساتھ تعلقات کی نوعیت ہی وسعت حوصلہ، عفوو درگزر پر منحصر ہے اور دوسرے لوگوں کے ساتھ برتاؤ کا تعین بھی کرتی ہے۔ ہمیں چاہئے کہ دوسروں کے عیب نکالنے کے بجائے اُن کی پردہ پوشی کریں اور مسائل کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ ایک دوسرے کی غلطیوں کو نظرانداز کرنے اور درگزر کرنے سے ہی معاشرے کا ماحول خوشگوار بنایا جا سکتا ہے۔

انسان اپنی زندگی کو کئی خانوں میں بانٹ کر چلتا ہے۔ کسی خانے میں رشتہ دار تو کسی میں دوست احباب براجمان ہوتے ہیں۔ گھر سے نکل کر انسان کا واسطہ بہت سے لوگوں سے پڑتا ہے، جن میں کم عقل اور کم علم بھی ہوتے ہیں اور بہت زیرک اور عالم فاضل بھی، امیر بھی غریب بھی، اچھے بھی بُرے بھی اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کے بارے میں لوگ وسعت حوصلہ اور عفوو درگزر سے کام لیں تو پھر سمجھ لیں کہ دوسروں کے ساتھ بھی آپ کا ہر فرد آپ کی توجہ کا طلبگار ہے۔ آپ کیا ہیں، آپ کا درجہ گھر میں معاشرے میں، جماعت میں کیا ہے اسے بھول جائیں۔ صرف یہ یاد رکھیں کہ ہر فرد آپ کی طرف سے وسعت حوصلہ اور درگزر کا حق دار ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَلْیَعْفُوْا وَلْیَصْفَحُوْا ؕ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَکُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ

(النور: 23)

ترجمہ: اور چاہیئے کہ وہ عفو سے کام لیں اور درگزر کریں۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے قصور معاف کرے۔ اور اللہ بہت معاف کرنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

پھر اسی طرح ایک حدیث جو حضرت ابو ہریرۃؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ جو شخص دنیا میں کسی کی پردہ پوشی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اُس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ تب تک اس شخص کی مدد کرتا رہتا ہے جب تک وہ اپنے بھائی کی مدد کے لئے کوشاں رہتا ہے۔

(بخاری کتاب الادب باب 70)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

’’تم کو چاہیئے کہ دوسروں کے عیب مت نکالو۔ بلکہ عفوو پردہ پوشی سے کام لو۔ اگر عیب ہی نکالنے ہیں تو اپنے عیب نکالو تا کہ ان کے دور کرنے کی کوشش کرسکو۔ پس اپنے اخلاق اور عادات درست کرو۔ جس مجلس میں جاؤ ایک دوسرے کے ساتھ محبت اور الفت سے ملو۔ نرمی اور پیار سے بات کرو۔ اگر کوئی سختی بھی کر بیٹھے تو صبر و تحمل اور وسعتِ حوصلہ سے کام لو اور خوش اخلاقی سے پیش آؤ‘‘

(الازھار لزوات الخمار صفحہ 44)

پھر ایک نظم میں فرماتے ہیں۔

گالیاں سن کر دُعا دو پا کے دُکھ آرام دو
کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار

(براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 144)

DAILY ONLINE
ALFAZL
LONDON

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION | Download on the App Store | Android App on Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

ادارہ کا مضمون نویسوں، تبصرہ و مراسلہ نگاروں کے خیالات اور آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں

سو سال قبل کا الفضل

م م محمود

25و28/ستمبر 1922ء
پنجشنبہ و دوشنبہ (جمعرات و سوموار)
مطابق 3و6صفر 1341 ہجری

یہ اخبار دو شماروں پر مشتمل تھا۔صفحہ اول پر حضرت مصلح موعودؓ کی ناسازیٔ صحت کا ذکر ہے۔

صفحہ 1اور2 پر اخبار الفضل کی ایک رپورٹ زیرِعنوان ’’انجمن شباب المسلمین بٹالہ کا مناظرہ سے فرار۔ہماری طرف سے نہ صرف مناظرہ بلکہ مباہلہ کے لیے تیاری‘‘ شائع ہوئی ہے۔جس کی دلچسپ اور ایمان افروز رُوداد کے بعد آخر میں تحریر ہے کہ ’’یہ ہے ان لوگوں کی حالت جو اول تو بڑے زوروشور سے مباحثہ کا چیلنج دیتے ہیں لیکن جب ہم میدان میں آتے ہیں تو گھروں میں گھس جاتے ہیں اور مباحثہ کا نام بھی نہیں لیتے۔‘‘

صفحہ نمبر 3تا6 پر ایک مفصل مضمون ’’مدراس ہائی کورٹ اورعقائد جماعتِ احمدیہ، فیصلہ ہائی کورٹ پر مولوی محمد علی صاحب کی بے جا رائے زنی، جناب چودھری ظفراللہ خان صاحب بیرسٹر ایٹ لاء کا بیان بجان ہائی کورٹ کے سامنے‘‘ کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔مذکورہ مضمون کے پس منظر میں جانے کی اس لیے ضرورت نہیں کہ گزشتہ کچھ پرچوں میں اس کیس سے متعلق تحریر کیا جاچکا ہے جس کی تلخیص الفضل آن لائن میں دی جا چکی ہے۔مذکورہ بالا مضمون میں حضرت چودھری ظفراللہ خان صاحبؓ کا ایک مفصل خط شامل ہے جو آپؓ نے مولوی محمد علی صاحب کے ایک مضمون اور اسی طرح اخبار پیغامِ صلح کے بعض دیگر مضامین کے جواب میں تحریر فرمایا ہے۔جن میں حضرت چودھری صاحبؓ پر شدید تنقید کی گئی تھی کہ انہوں نے اس کیس کی پیروی میں مسلمان کی تعریف خلافِ حقیقت کی ہے۔

صفحہ نمبر 7اور8 پر ’’مکتوباتِ امام‘‘ کے عنوان سے حضرت مصلح موعودؓ کے بعض مکتوبات شائع کیے گئے ہیں۔ان مکتوبات میں حضرت مصلح موعودؓ نے بعض احباب کے پوچھے گئے سوالات کے جوابات عطا فرمائے ہیں۔سوالات درج ذیل ہیں۔

1۔ایک صاحب نے اپنی مخالفت اور بائیکاٹ کا ذکر کیا ہے جس کے جواب میں حضرت مصلح موعودؓ نے صبر کی تلقین فرمائی ہے۔

2۔نورِ محمدی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے متعلق بعض من گھڑت باتوں کا جواب

3۔ایک صاحب کا سوال کہ میں اپنی موجودہ ملازمت میں امین نہیں رہ سکتا اور بعض دیگر کمزوریاں بھی لاحق ہیں، کیا کروں؟

4۔میں اپنے فوت شدہ احمدی والدین کے لیے کیا کرسکتا ہوں جس سے اُن کو فائدہ پہنچے؟

5۔ایک غیر احمدی امام مسجد نے سوال تحریر کیا کہ میں ان باتوں کا ثبوت قرآن سے چاہتا ہوں۔چار رکعات نماز، نماز میں ہاتھ باندھنا، مچھلی بلا تکبیر یعنی مردہ کا گوشت کھانا اور نماز میں دو رکعات بالجہر پڑھنا۔

6۔ایک صاحب نے تاش کے جائز ہونے کے متعلق سوال کیا۔

بقیہ صفحہ 12 پر

ایک سبق آموز بات

سوچ و بچار کے فائدے

دنیا کی سب سے زیادہ اثر رسوخ رکھنے والی یونانی نژاد خاتون آریانا ہفنگٹن جو HuffPost نامی امریکی جریدے کی بانی ہونے کے علاوہ Thrive Global نامی Think Tank کی بھی بانی ہیں اور ایک نامور مصنفہ اور دانشور بھی مانی جاتی ہیں، نے امریکا میں اپنے سمتھ کالج کے خطاب میں بتایا کہ جب انہوں نے شدید ذہنی دباؤ سے ہلکان ہو کر کئی راتیں جاگنے کی وجہ سے اپنی توانائی ختم ہوتی محسوس کی اور اچانک ایک دن دھڑام سے گر پڑیں اور انہیں شدید چوٹیں آجانے کے بعد نروس بریک ڈاؤن کی وجہ سے ہسپتال میں 6 ماہ گزارنے پڑے، تو انہوں نے فراغت کے اس وقت میں سوچ بچار سے کام لیا اور پوری تحقیق کے بعد یہ بات سامنے آئی کہ کامیابی کی عمارت جیسا کہ اکثر لوگ سمجھتے ہیں، صرف طاقت اور پیسے کے دوستونوں پر کھڑی نہیں ہوتی اس کا تیسرا ستون بھی ہے جو ان لوازمات سے مل کر بنتا ہے جنہیں تخیل اور وجدان کی صلاحیت، عقل کے علاوہ شعور اور دانائی کا ہونا اور اپنے ساتھ ساتھ دوسرے لوگوں کی خیرخواہی اور بہتری چاہنا بے حد ضروری ہے۔ مگر اس سے پہلے اس دانائی کا حصول ضروری ہے اور اس کے لئے ایک اعلیٰ درجے کے دانائی رکھنے والے وجود یا دانائی کے منبع سے منسلک ہونا لازمی ہے۔

حقیقت آشکار ہونے کے بعد سے آریانہ ہی نہیں ان کی تقلید میں دنیا کے متمول اور مشہور ترین لوگ جیسا کہ بل گیٹس، مارنی ابرے مسن جو رئیل اسٹیٹ کی دنیا کا بڑا نام ہے، نینسی سلوموویٹز جو ’’ای ایم اے‘‘ کی سربراہ ہیں، رامانی ائیر جو دنیا کے ایک بہت بڑے مالیاتی ادارے ’’دی ہارٹ فورڈ فنانشل‘‘ کے چیئرمین اور سی ای او رہ چکے ہیں اور پھر رسل سمنز جو ’’ڈیف جیم ریکارڈز کے خالق ہیں‘‘ باقاعدہ اور مسلسل طور پر مراقبہ، استغراق یا دوسرے لفظوں میں عبادت کرنے لگے ہی۔ جسے در اصل اب ایک قابل قدر شخصیت ہونے کی پہلی سیڑھی کے طور پر مغرب کے بااثر ترین حلقوں میں تسلیم کیا جاچکا ہے۔

مرسلہ: کاشف احمد

طلوع وغروب آفتاب

24/ستمبر 2022ء		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ		04:54	18:15
مدینہ منورہ	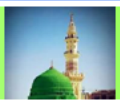	04:53	18:16
قادیان		04:56	18:23
ربوہ		04:36	18:03
اسلام آباد ٹلفورڈ	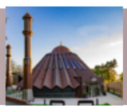	05:23	18:58

فقہی کارنر

بآواز بلند اپنی زبان میں دعا

ایک شخص نے حضرت مسیح موعودؑ سے سوال کیا کہ حضور امام اگر اپنی زبان میں (مثلاً اُردو میں) بآواز بلند دُعا مانگتا جائے اور پچھلے آمین کرتے جائیں تو کیا یہ جائز ہے جبکہ حضورؑ کی تعلیم ہے کہ اپنی زبان میں دعائیں نماز میں کرلیا کرو؟

(آپؑ نے) فرمایا:

دعا کو باآواز بلند پڑھنے کی ضرورت کیا ہے؟ خدا تعالیٰ نے تو فرمایا تَضَرُّعًا وَّ خُفْیَةً (الاعراف:56) اور دُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ (الاعراف:206)

عرض کیا کہ قنوت تو پڑھ لیتے ہیں:۔ فرمایا

ہاں ادعیۂ ماثورہ جو قرآن و حدیث میں آچکی ہیں وہ بے شک پڑھ لی جاویں۔ باقی دعائیں جو اپنے ذوق و حال کے مطابق ہیں وہ دل ہی دل میں پڑھنی چاہئیں۔

(بدر یکم اگست 1907ء صفحہ 12)

(مرسلہ: داؤد احمد عابد۔ استاد جامعہ احمدیہ برطانیہ)